Title - Fanoos Khayal, Yaani Mushayra Mainpuri Munqada 26 and 27 May 1923

Creator - Murattiba Muqtadi Khan Sherwani

Publisher - Matba Muslim University (Aligarh)

Date - 1924

Pages - 102

Subjects - Urdu Shayari - Intikhab, Mushayre.

فانوسِ خیال

یعنے

مشاعرۂ مین پوری

منعقدہ

۲۶ و ۲۷ مئی سنہ ۱۹۲۳ء

جس میں

نامور شعرائے ہند نے جدّت آفرینی و سخن سنجی کے جوہر دکھلائے

حسبِ فرمایش

مشاعرہ کمیٹی مین پوری (صوبجات متحدہ)

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ میں ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۴ء طبع ہوا

(اور دفتر مشاعرہ کمیٹی مین پوری سے شایع ہوا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ معراجِ سخن

اے نسیمِ باغِ سخن تجھ کو قسم ہے اپنی اُن گل ریزیوں کی جن کی بوئے دل آویز سے مشتاقانِ خوش بیانی مست ہو ہو کر بزمِ شعر خوانی کی طرف جھومتے ہوئے ہوائے شوق میں جوق جوق چلے آتے ہیں اپنی رفتارِ گل فشانی کو کم سے کم اتنا تیز کر دے کہ کوئی گوشۂ بہارستانِ ممالکِ اُردو دانی کا تیری دعوت سے خالی نہ رہ جائے اور دنیائے شاعری پر روشن ہو جائے کہ بزمِ سخن یعنی عظیم الشان مشاعرہ اپنی خوش ترتیب اداؤں سے مسندِ دل فریبی پر یوں جلوہ افروز ہوا کرتا ہے۔ اے مبارک وہ نیستانِ کرم جو اپنی سرپرستی اور قدر افزائی کے کشادہ دامنوں میں اعانت کے بیش بہا موتی بھرے ہوئے اپنے محتشم معینِ سخن ہزار تحسین و آفرین کی شانِ قدر افزائی پر نثار کرنے کے واسطے کمال جوشِ سخاوت میں جھومتا چلا آتا ہے۔

آفرین اُن گلشن آرایانِ سخن کے دست و بازو کو جن کی انتظامی عرق ریزیاں کھلنے والی خوش بیانی کی کلیوں پر اپنی خوش نظمی کے چھینٹے دے دے کر شاداب بنا رہی ہیں۔ اور رندیانہ و لایقانہ تفاخر کو رنگا رنگ پھولوں کی صورت میں مشتاق نگاہوں کو مالا مال بنا کر سیج راجی صدر آرائی سے ممتاز و اوج دہ رہی ہیں اور ہر پھول ہر کسی صادق الخیالی کی عملی شادابی پر شاد ہوتے ہوئے جوشِ انکساری میں اصغرانہ و احقرانہ اداؤں سے بہارستانِ سخن پر بلبل

ہی نہیں بلکہ سو جان سے فدا ہونے کو تیار ہیں۔ فروغِ سراجِ صدارت کی جلوہ افروزیاں ہر
سائل کے نکاتِ داد کے جواب دینے کو جوشِ مسرت میں باغ باغ ہو رہی ہیں۔ قدردانوں
کی چشمِ حمایت حافظِ بزم کا خطاب لینے کی گھات میں دلیرانہ گھوم رہی ہیں۔ جادو بیانیوں نے کمالِ
ساحر کو فیجِ ادائے نکتہ دانی کی تصویر بنا رکھا ہے۔ حسّاد کے طوفان خیز خیالوں سے بچانے کی
لیئے کمال جوش میں حمایتِ نوح موجزن ہے۔ ذرّۂ جواہر ریز کی تابِ اضطراری اور شعاعِ آفتاب
تفریح میں دو دو ہاتھ ہو رہے ہیں۔ قدر افزا نگاہیں شوقِ جاں نثاری میں سیدھم ہو ہو جاتی ہیں
اخترِ خوش بیانی نے اپنا نام روشن کرنے کے لیئے خاور کی چلبلی شعاعوں کو گود لے رکھا ہے۔
شمیمِ باغِ فصاحت فدائے سخن کے آغوشِ سرور میں اپنے راحتِ روح ہونے پر ناز کر رہی ہے۔
قدر افزائیاں اپنے تصرّفِ قدر افزائی کی خود کفیل ہیں۔ منظرِ بزمِ سخن اپنے اظہارِ لطافت کے
صدیق ہونے کا ثبوت بشہادتِ گاہِ قدرت پسند پیش کر رہا ہے۔ اضطرابِ شوقِ سماعت نے
سامعین کو سیماب بنا رکھا ہے۔ باقی تمام بزمِ سخن کی گود دل بھری دعائیں اس دل ربائے دوشیزہ
یعنی مشاعرۂ عظیم الشان کی ترقی کے چھلکتے ہوئے ساغر کے لیئے بارگاہِ سخن آفریں میں ملتجی
ہیں کہ اس کا ہر دورِ آئندہ اپنے پیرِ مغاں کے دستِ قدر گرفت میں دن دونی خمار خیز رفتار سے
پیمانہ بنا رہے۔
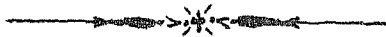
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکریہ حضور معلی القاب خان بہادر سید زین الدین صاحب بہادر کلکٹر ضلع مین پوری

معروضۂ فدوی نیازی

ہاں مہِ نو ہاں ہلالِ عید سے سچ سچ بتا
کون ہے وہ جس کی شوقِ دید میں تو جھک گیا

کس کے صدقے میں تری کاہش سے چھوٹی جانِ زار
کس کے صدقے میں ملا یہ روزافزوں تبا

پس گیا ہوتا کبھی کا گردشِ افلاک سے
ایسی ایسی چکیوں میں اک تری ہستی تھی کیا

ایسی ایسی گردشوں میں آج یہ تیرا عروج
آج یہ عزت تری یہ منزلت یہ مرتبا

روزہ داروں کی تمنا بھوکے پیاسوں کی اُمید
ناتوانوں کی مدد، اللہ والوں کی دعا

لگ گئے پہلی ہی شب یہ تیرے منہ سے چار چاند
جس نے دیکھا تجھ کو اُس کو عید کا دن آگیا

اوّل آخر ہر مہینے کا ترا پابند ہے
تیری کیا خوب ابتدا ہے تیری کیا خوب انتہا

مٹ گئے تارے ترے نقشِ قدم پر مٹ گئے
چھپ گیا سورج تری بانکی ادا سے چھپ گیا

سر ترا تو بیٹھنا ہنس کے تیرا چرخ پر
یہ عروسانہ پھبن یہ تیری شرمیلی ادا

رات دن پھرتے ہیں دونوں تیری اُنگلی تھام کر
تو مہینوں کا سہارا ہے تو برسوں کا عصا

کر دیا فوراً اٹھا کے پردل اپنا تونے چاک
چھا رہی ہے تجھ پہ انگشتِ پیمبرؐ کی ادا

بھولے بھٹکوں کے لئے مشعل ہے تیری چاندنی
راستہ چلتے تجھے آنکھوں سے دیتے ہیں دعا

صبح تیرے در کا پردہ دن ترا خلوت کدہ
شام تیری خیر مقدم شب تری عشرت سرا

سنتے سنتے مجھ سے آخر بڑھ کے بولا یوں ہلال
میں بھی ہوں قربان اُن پر آپ ہیں جن پر فدا

کچھ نہ پوچھیں آپ میری سرگزشتِ حالِ زار
جب ہزاروں سال میں بڑھ کر گھٹا گھٹ کر بڑھا

تب یہاں اک نور کا پتلا مجھے آیا نظر
کی زیارت میں نے اُس کی بڑھ کے پھر صلِّ علیٰ

کون وہ ممدوح یعنی سیّد عالی ہمم
زینتِ دینِ مبیں کا اک مجلّے آئینا

یعنی زین الدینُ الملت بصد شان و حشم
چشمِ بد دور آج ہیں وہ مسند آرائے سخا

اپنے دریائے سخاوت کے دُرِ سلطاں پسند
اپنے باغِ جاہ و شوکت کے گلِ نزہت فزا

اپنے شمعِ بزمِ شوکت کی سہانی روشنی
اپنے چرخِ منزلت کے ایک مہرِ پُرضیا

مٹ چکا تھا شاعری کا نام اپنے ضعف سے
آپ ہی کی ذات نے پھر اُس کو زندہ کر دیا

توبہ توبہ کس قدر تاریک تھی بزمِ سخن
آپ کی امداد نے نام اُس کا روشن کر دیا

یہ بڑھا لی آپ نے شانِ سخن قدرِ سخن
اہلِ فن کا شوق پہلے سے دوبالا ہو گیا

اس قدر احسانِ ممدوحِ گرامی ہیں تو ہم
پیش کرتے ہیں تمناؤں سے اُن کا شکریا

سُن سنا کر میں نے پھر آخر کہا یہ چاند سے
شکریہ کے بعد آؤ مانگ لیں مل کر دعا

پائیں سایہ کے لئے ممدوح دامانِ رسولؐ
خوابِ راحت کے لئے خاتونِ جنتؓ کی ردا

اے ہلال اب یہ دعا بھی مانگ لے اللہ سے
ہو مرے ممدوح کو اک چاند سا بیٹا عطا

پھول ہو جائیں دعا کے زیبِ دامانِ قبول
سُن لے یا رب ان سے اپنے فدا کی التجا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معراجِ سخن

اصغر جناب شیخ اصغر حسین صاحب مختارِ عدالت مین پوری

مجرمِ اُلفت کی مرگِ ناگہاں تعزیر ہی — قتل اُن ہاتھوں سے ہو ایسی کہاں تقدیر ہی

جسم وقفِ بسترِ غم دل میں شوقِ فصلِ گُل — ضعف دامن گیر ہی وحشت گریباں گیر ہی

قصّۂ اندوہ و مایوسی کسی سے کیا کہوں — یعنی جو تدبیر ہی شرمندۂ تقدیر ہی

اتنا کہہ دینے کی اے بے رحم گستاخی معاف — آہ جو دل سے نکلتی ہی وہ مثلِ تیر ہی

باخبر انجام سے ہوں پھر بھی اُٹھ سکتا نہیں — کوچۂ قاتل میں شوقِ قتل دامن گیر ہی

وہ بھی وہ ظالم کہ اُس کو ظلم سے فرصت نہیں — دل بھی وہ بد خو کہ ہر دم درپئے تقصیر ہی

یوں تو دُنیا کے مرقع میں ہیں تصویریں بہت — ناز ہی قدرت کو جس پر وہ تری تصویر ہی

خط میں ظالم نے یہ لکھا ہی ہم آسکتے نہیں — اُس پہ یہ طرّہ سلامِ غیر بھی تحریر ہی

اب اُسے میں کیا کہوں قاتل کہوں یا مہرباں — آنکھ میں آنسو بھرے ہیں ہاتھ میں شمشیر ہی

نقش بن کر رہ گئی ہیں مرنے والی صورتیں — اب ہمارے دل کی دُنیا عالمِ تصویر ہی

کیا وہاں جا پہنچے اصغر حضرتِ دل کے قدم — آج کیوں اُس کی گلی میں شورِ دار و گیر ہی

احقر جناب بابو راج بہاری لال صاحب پیشکار

دیدۂ مجنوں کی حیرت میں عجب تاثیر ہی
ناقۂ لیلےٰ کا ہر نقش قدم تصویر ہی

حشر میں قاتل بھی اک حیرت نما تصویر ہی
کوئی دامن گیر ہی کوئی گریباں گیر ہی

شوق لے نکلا ہی لب پر نالۂ شبگیر ہی
ضبط اندر کھینچتا ہی کشمکش میں تیر ہی

بے خودی میں جا پڑا تھا ہاتھ دامن کی طرف
بدگماں کیوں مجھ سے میری خاک دامن گیر ہی

تیری صورت کا نمونہ ہی ہر اک تصویر میں
تیری صورت کے نمونہ میں ہر اک تصویر ہی

ہیں بھی مشتاقِ شہادت آپ بھی خنجر بکف
آپ کوشش کیجئے آگے مری تقدیر ہی

چارہ گر اب ہر دوا تکلیف دیتی ہی ہمیں
حلق سے جو کچھ اترتا ہی ہمارے تیر ہی

آپ کو دیکھا جو دیکھا آپ کی تصویر کو
آپ کی تصویر بالکل آپ کی تصویر ہی

جو کیا میں نے کیا جو کچھ ہوا مجھ سے ہوا
آپ کی کچھ بھی نہیں سب کچھ مری تقصیر ہی

آپ کا یہ رنگِ محفل ہی تو محفل ہو چکی
سامنے رکھا ہی خنجر ہاتھ میں شمشیر ہی

جب اٹھے دو چار نالے کر لیئے اور سو رہے
اب ہماری عیش منزل خانۂ زنجیر ہی

یہ اسیروں پر ہوا اچھا کرم صیاد کا
ہر قفس کے سامنے اک باغ کی تصویر ہی

آپ کو سب آپ کے احباب احقر مل گئے
آپ کی احقر بڑی قسمت بڑی تقدیر ہی

اختر جناب منشی محبوب علی خاں صاحب رئیس فیروز آباد

قید سے کیا خاک چھوٹے جب یہی تعزیر ہی
پاؤں جب زنداں میں تھا اب پاؤں میں زنجیر ہی

یوں برابر حشر میں میری تری تصویر ہی
تیرا دامن گیر میں تو میرا دامن گیر ہی

دل کے یوں کھنچتا ترا اندازِ نوکِ تیر ہی
کھچ کے یوں ملنا ترا کھنچتی ہوئی شمشیر ہی

قتل کو فقروں میں تیرا عاشقِ دلگیر ہی
کیا تری چلتی زباں چلتی ہوئی شمشیر ہی

کر چکا دل توڑ کر کوشش تو اے پیغام بر — اب مری قسمت ہی آگے اب میری تقدیر ہے
نجد میں مجنوں نے بیعت کی ہے میری ہاتھ پر — پائے مجنوں میں مری اتری ہوئی زنجیر ہے
منتیں مانی گئیں کیا خوب حسن و عشق کی — واں گلے میں طوق ہے یاں پاؤں میں زنجیر ہے
تم تو کہتے تھے مجھے دل سے تعلق کچھ نہیں — خون میں ڈوبا ہوا دیکھو یہ کس کا تیر ہے
شیوۂ مہماں نوازی میرے دل سے پوچھیے — سیر ہے خونِ جگر سے جو تمھارا تیر ہے
برسی پڑتی ہے کچھ ایسا رکھ دیا ہے باڑھ پر — آج قاتل میاں سے باہر تری شمشیر ہے
میری صورت سے مری تصویر بھی ملتی نہیں — میری صورت دیکھ کر حیراں مری تصویر ہے
بے بلائے آ رہے ہیں وہ جگر تھامے ہوئے — جو یہ کہتے تھے کہ تیری آہ بے تاثیر ہے
سامنے ٹھیرے مرے دل کا جگر اتنا کہاں — وہ نگاہِ شوخ اک چلتی ہوئی شمشیر ہے
یوں ترے ترکش میں قاتل لاکھ پیکاں ہیں تو کیا — وہ مرے دل میں ہے جو تیری نظر کا تیر ہے
حشر میں پیشِ خدا اب دو گے کس کس کو جواب — اک قیامت ہے کہ سارا حشر دامن گیر ہے
عشقِ ابرو میں پھنسو گے تم نے دیکھا ہے ہلال — اب تمھارے خواب کی اختر ہی تعبیر ہے

آفرین جناب منشی بہاری لال صاحب رئیس فرخ آباد

پیشِ داور آپ کو کیوں شرم دامن گیر ہے — میں گنہگارِ محبت ہوں مری تقصیر ہے
کج ادائی کب علاجِ عاشقِ دلگیر ہے — اے کمانِ ابرو سبب کیا ہے جو ترچھا تیر ہے
دم بخود کیوں آج اپنا نالۂ شبگیر ہے — خوفِ دشمن ہے کہ خوفِ آسمانِ پیر ہے
حیف اس آئینۂ دل کی نہ ہم نے قدر کی — جس میں جلوہ یار کا ہے یار کی تصویر ہے
آپ اپنے وعدۂ فردا پہ بس قایم رہیں — روزِ محشر ہو نہ آگے مری تقدیر ہے
کس ادا کے ساتھ چبھ کر بن گئی ارمانِ دل — نوکِ مژگاں ہے خدا جانے کہ نوکِ تیر ہے
دیکھنے والی ہیں آنکھیں اس جمالِ پاک کی — جو سراپا نور ہے آئینہ تنویر ہے

اے نگاہِ یار ہم پر ہی نہیں تیرا کرم
اک زمانہ مبتلائے گردشِ تقدیر ہے

ہو رہی ہے آج کس ناوک فگن سے چھیڑ چھاڑ
چٹکیاں جو دل میں لیتا ہے کسی کا تیر ہے

اے اجل مارے ہوئے ہیں اُس سراپا ناز کے
ہر ادا قاتل ہے جس کی ہر ادا شمشیر ہے

میرے مرنے کی دعائیں مانگتے ہیں وہ اُدھر
اور اِدھر مجکو اجل سے شکوۂ تاخیر ہے

ڈال دیں جس پر ہوا ہے بے پئے مستِ شراب
میرے ساقی کی نگاہوں میں عجب تاثیر ہے

جا چھپا ہے دانۂ انگور قاتل جان کر
اِن ہرے زخموں کو حاصل لذتِ تعزیر ہے

سر پٹکنے کو ملا جس کو تمہارا سنگِ در
اُس کی قسمت کھل گئی اُس کی بڑی تقدیر ہے

کون تھا جو چٹکیوں میں طائرِ دل لے اُڑا
تم تو کہتے تھے کہ بے پر کا ہمارا تیر ہے

دل ستانے میں تو دونوں ایک ہیں نامِ خدا
جیسے تم سیدھے ہو ویسا ہی تمہارا تیر ہے

آفریں وہ سوتے سوتے جاگ اُٹھے خواب سے
کس قیامت کا تمہارا نالۂ شبگیر ہے

اخاذ جناب مرزا اکبر حسین صاحب اکبر آبادی اور مرزا ممتاز حسین صاحب قزلباش ڈپٹی کلکٹر

یہ تماشا گاہِ ہستی عالمِ تنویر ہے
جس کو ہم کہتے ہیں دنیا حُسن کی تصویر ہے

کاہشِ تدبیر ہے یا قوتِ تقدیر ہے
عالمِ ہستی ہمارا دو رُخی تصویر ہے

ہائے یہ کس بے خطا کی خون بھری تصویر ہے
دستِ قاتل میں ابھی تک سرنگوں شمشیر ہے

زندگی کہتے ہیں جس کو موت کی تصویر ہے
موت کیا ہے زندگی کے خواب کی تعبیر ہے

چھا گیا ابرِ جنوں کیا آ گئی فصلِ بہار
برقِ جولاں کی فلک کے پاؤں میں زنجیر ہے

ہے گُلِ تربت مرا شیرازۂ اجزائے دل
پتے پتے پر مری کُل داستاں تحریر ہے

موت کو آتے ہی سب اُلفت کے جھگڑے مٹ گئے
نا اُمیدی ہے نہ اب اُمید دامن گیر ہے

پھر قدم بڑھنے لگے صحرا نوردی کے لیے
پھر وہی ہے قیدِ زنداں پھر وہی زنجیر ہے

یہ نہیں بکھرے ہوئے اوراقِ گل اے باغباں
قلبِ مضطر کی ہمارے ہو بہو تصویر ہے

ناامیدی میں بھی مجبورِ تمنا ہوں اگر
میری بالیں پر کوئی شرمندۂ تاخیر ہے

کون کہتا ہے کہ تیری بزم ہے بزمِ نشاط
مجھ سے پروانہ سے لے کر شمع تک دلگیر ہے

تو نے کیا چھیڑا۔ کہا کیا اس سے اے پاسِ وفا
کیوں مرا شوقِ تماشا تیرا دامن گیر ہے

کچھ تو اس پردے میں ہے رازِ حریمِ رشکِ ناز
بے خودی ورنہ مری کیوں رشکِ عالم گیر ہے

کھل رہے گا آخری دیدار پر رازِ فنا
دیکھئے کشتہ کو اپنے کس کی یہ تصویر ہے

جل گئے پروانے لاکھوں یہ ہوئی قدرِ وفا
شمع سوزاں کس لئے فریادیِ گل گیر ہے

پھر تمنائے شہادت سوئے قاتل لے چلی
پھر وہی سر ہے مرا اطہرؔ وہی شمشیر ہے

اطہرؔ جناب شیخ اطہر حسین صاحب خلف جناب اصغر حسین صاحب مختار

جس کے پہلو میں ہمیشہ وہ بتِ بے پیر ہے
کس کی وہ تقدیر ہے وہ غیر کی تقدیر ہے

گو کشیدہ ہے بتِ کافر مگر دلگیر ہے
ہے یہ نالوں کا اثر یہ آہ کی تاثیر ہے

تم نے کچھ دیکھا بھی ہے جذبِ محبت کا اثر
تم نے کچھ سمجھا بھی ہے کیوں سر تہِ شمشیر ہے

اب تو مجھ کو دیکھ کر وہ پھیر لیتے ہیں نگاہ
اللہ اللہ یہ نرالی خوبیِ تقدیر ہے

آگے اس کی آنکھ کب اٹھتی ہے رعبِ حسن سے
وہ بتِ کافر سراپا حسن کی تصویر ہے

ہجر میں تسکین دیتی ہے دلِ ناشاد کو
آپ سے بڑھ کر وفا میں آپ کی تصویر ہے

آپ کا جلوہ ہے ان آنکھوں میں ہر دم آشکار
دل کے آئینہ میں روشن آپ کی تصویر ہے

وہ تو محشر میں پہنچ کر داوری کرنے لگے
گو بگو میں آج بیٹھا کاتبِ تقدیر ہے

تم مٹا سکتے ہو اس کو تم مٹا سکتے نہیں
خون کا دھبہ ہے یہ یا یاس کی تصویر ہے

قتل کر ڈالو مجھے لو قتل کر ڈالو مجھے
مجرمِ الفت کی بس ہاں ہاں یہی تعزیر ہے

وہ بتِ ناآشنا اپنا نہ اطہرؔ ہو سکا
میری اب تقدیر بھی شرمندۂ تدبیر ہے

از جناب راحت اللہ خاں صاحب شاہجہانپوری وارد حال خورجہ ضلع بلند شہر

اللہ اللہ عشقِ صادق میں بھی کیا تاثیر ہے
خاکِ دشتِ نجد تک لیلیٰ کی دامن گیر ہے

بل جبینِ ناز پر ہے ہاتھ میں شمشیر ہے
تو جو قاتل ہے تو قاتل ہی تری تصویر ہے

جلوہ فرما جب سے اُس کا رُوئے پُر تنویر ہے
آئینہ خانے میں جو آئینہ ہے تصویر ہے

اب یہی ہر وقت شغلِ عاشقِ دلگیر ہے
لب پہ تیری یاد ہے دل میں تری تصویر ہے

اے قضا مہلت کوئی دم کی خدا کا واسطہ
میری بالیں پر کوئی شرمندۂ تاخیر ہے

دل سے لب تک آئی لب سے دل میں پھر واپس گئی
آہ عاشق کیا ہے گویا بازگشتی تیر ہے

قتل گہ میں آپ بھی ہیں تیغ بھی ہے میں بھی ہوں
اب تامل کس لیئے اب کس لیئے تاخیر ہے

وصل کی شب مہرباں ہو کر یہ فرماتے ہیں وہ
تم بڑے تقدیر والے ہو بڑی تقدیر ہے

اِس نے دیکھا ہے اُسے دو جُرمِ اُلفت کی سزا
ہے خطا میری نظر کی دل کی کیا تقصیر ہے

آپ آئے میرے گھر اپنا کلیجہ تھام کر
دیکھ لیجئے یہ مآلِ آہِ بے تاثیر ہے

مِٹ گیا جب پیشتر حاصل تھا آزادی کا لطف
اب ترا دیوانہ ہے زنداں ہے اور زنجیر ہے

دل ہمارا قبلۂ اہلِ نظر کیونکر نہو
یہ وہ آئینہ ہے جس میں آپ کی تصویر ہے

منفعل دونوں کو میری سخت جانی نے کیا
آج قاتل دم بخود ہے سرنگوں شمشیر ہے

قیدِ تنہائی میں ساتھی اور کوئی بھی نہیں
ایک میں ہوں ایک میرے پاؤں کی زنجیر ہے

ہجر میں کیونکر نہ ہو رازِ نہاں کا انکشاف
آہِ سوزاں میرے دردِ عشق کی تفسیر ہے

وادیِ اُلفت میں رکھ سکتا نہیں کوئی قدم
یہ ازل سے میرا حصّہ ہے مری جاگیر ہے

یہ فصاحت یہ بلاغت یہ مضامیں یہ غزل
میرے منہ میں اے ازل گویا زبانِ میر ہے

اختر جناب اختر حسین صاحب ساکن ڈبائی

یہ کرشمے حسن کے یہ عشق کی تاثیر ہے
آج زنداں میں بھی یوسف علیہ السلام کی بڑی توقیر ہے

عشق اس کا نام ہے اے لیلیِ پردہ نشیں
خاک بھی مجنوں کی آخر تری دامن گیر ہے

غیر کا نقشہ دکھا کر مجھ سے پوچھا شوخ نے
آپ کچھ پہچانتے ہیں کس کی یہ تصویر ہے

حسرت و ارمان کا کیا میرے کلیجہ پھٹ گیا
ٹکڑے ٹکڑے کیوں الٰہی نالۂ شبگیر ہے

کیا چھپاتے ہو نہیں اُٹھتی ہے کیوں نیچی نظر
کون ہے آنکھوں میں آخر کس کی یہ تصویر ہے

حسرتوں کو عمر بھر کھوتا رہا روتا رہا
ہے یہی لکھا مرا میری یہی تقدیر ہے

کس لیئے برباد کرتا ہے دلِ برباد کو
اس میں صورت ہے تری اس میں تری تصویر ہے

اک زمانہ وہ تھا اختر تھی اُنھیں دل کی تلاش
اب یہ گردش ہے کہ میرا دل ہے اُن کا تیر ہے

اشرف جناب اشرف حسین صاحب اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ

اللہ اللہ کیا عروجِ عاشقِ دلگیر ہے
سر ہے زیرِ پائے قاتل حلق پر شمشیر ہے

کچھ کھٹک ہوتی تو ہے لیکن پتہ چلتا نہیں
دل کے کس گوشہ میں پوشیدہ تمھارا تیر ہے

یہ بھی کیا احسان کچھ کم ہے کہ وعدہ کر لیا
اب وہ آئیں یا نہ آئیں یہ مری تقدیر ہے

کر رہا ہوں کس سے باتیں بیخودیِ شوق میں
سامنے ہے کس کی صورت کس کی یہ تصویر ہے

اُف رے رُعبِ حسن گو کچھ بھی نہ تھا اپنا قصور
لیکن اُس کے سامنے کہنا پڑا تقصیر ہے

ظلم کا اُن کے گلا اشرف کریں تو کیا کریں
آج کل برگشتہ مجھ سے خود مری تقدیر ہے

انور جناب سید انوار احمد صاحب ساکن مین پوری

یوں الگ دل سے مرے سفاک تیرا تیر ہے
دل مرا ٹوٹا ہوا پھوٹی ہوئی تقدیر ہے

کیا بتاؤں کیوں بگڑ بیٹھے وہ بزم ناز میں
کچھ قصور اپنا بھی ہے کچھ دل کی بھی تقصیر ہے

چین سے گزری عدو کی ہم تڑپتے ہی رہے
بد نصیبوں کی کوئی تقدیر میں تقدیر ہے

جو مقدر میں لکھا ہے سامنے آ جائیگا
حضرتِ دل آپ کو کیا فکر دامن گیر ہے

جو اُٹھا لایا ہے اُن کو آج بزمِ غیر سے
ہو نہو وہ دل جلوں کا نالۂ شبگیر ہے

کس سے اُمیدِ وفا ہو کس سے اُمید کرم
وہ بتِ بے پیر ہے یہ آسمانِ پیر ہے

شکوۂ بیداد جب اُن سے کیا تو یہ کہا
ہاں خطا وارِ محبت قابلِ تعزیر ہے

کیا کہا پھر تو کہو کیا تم نہیں پہچانتے
یہ مری تصویر ہے یا غیر کی تصویر ہے

آج کیوں خاموش ہوں میں آج کیوں حیران ہوں
آج میرے دل میں الفت کس کی یہ تصویر ہے

اختر (نام اور پتہ کچھ نہیں لکھا)

جذبۂ الفت کی اُلٹی آج کل تاثیر ہے
کیا کروں مجھ سے کشیدہ یار کی تصویر ہے

میرے یاد آتے ہی سب کچھ بھول جاتا ہے مجھے
خود فراموشی خیالِ یار کی تفسیر ہے

مسکراتے تم نظر آتے ہو مجھ کو رات دن
یہ مرے حُسنِ تصوّر کی نئی تصویر ہے

حشر میں چھوٹی زباں سے کچھ بھی کہہ سکتا نہیں
کیا کہوں شرمندگیِ یار دامن گیر ہے

باتیں میں کرتا رہا وہ چپکے سُنتے ہی رہے
اُن کی خاموشی ہی میری حاصلِ تقریر ہے

دے دیا بیمارِ اُلفت کو مسیحا نے جواب
اب قضا آنے میں تیرے کس لئے تاخیر ہے

اُن کے خط میں تھا سلامِ غیر بھی لکھا ہوا
یہ مرے خونِ تمنّا کی نئی تدبیر ہے

سُن کے حرفِ آرزو مجھ سے کشیدہ ہو گئے
میرے اظہارِ تمنّا کی یہی توقیر ہے

اس ادا سے کس لئے جاتے ہیں مقتل کی طرف
ابروؤں پر بل پڑا ہے ہاتھ میں شمشیر ہے

یہ تماشا ہے کہ چاہے ہو کسی کا ہی قصور
میں سمجھتا ہوں کہ اس میں میری ہی تقصیر ہے

دیکھ کر اُن کو جو اختر پہ غشی طاری ہوئی
چشمِ حیرت بول اُٹھی یہ آنکھ کی تقصیر ہے

اسدؔ جناب اسد اللہ خاں صاحب فتح آبادی

تیر کا مشتاق تیرا عاشقِ دلگیر ہی
تیر اب دل میں نہیں تو آرزوے تیر ہی

تجھ سے کب شکوہ مجھے اے آسمانِ پیر ہی
میں ہوں چکر میں یہ میری گردشِ تقدیر ہی

قتل کرنا ہی تو کیجے کس لیئے تاخیر ہی
میں بھی دیکھوں اب یہ کیسی آپ کی شمشیر ہی

تیری خاموشی سے بھی پیدا ہیں لاکھوں شوخیاں
گویا خاموشی تری خاموشیِ تصویر ہی

باتوں باتوں میں وہ میرا دین و ایماں لے گیا
اللہ اللہ اُس بتِ کافر کی کیا تقریر ہی

آپ نے جو لکھ دیا خط میں وہ مٹ سکتا نہیں
آپ کا لکھا ہوا گویا خطِ تقدیر ہی

کیوں مری جانب سے یوں چیں بر جبیں بیٹھے ہو تم
کیا کوئی میری خطا ہی کیا کوئی تقصیر ہی

شوخیاں تیری نظر آتی ہیں ہر تصویر میں
مجھ سے پوچھے کوئی تیری ہر ادا تصویر ہی

کیوں نہ صحرائے جنوں میں مثلِ صرصر کے پھروں
وادیِ وحشت تو میری مُلک ہی جاگیر ہی

کیوں کسی کی زلف کا دیوانہ سمجھا ہی مجھے
دامنِ صحرا کا ہر اک خار دامن گیر ہی

میری محفل میں وہ خود آئے ہوئے ہیں اے اسدؔ
اب بحمد اللہ میری آہ میں تاثیر ہی

احقرؔ جناب کیلاش ناتھ صاحب متعلم گورنمنٹ کالج اٹاوہ

عشقِ لیلیٰ میں یہ مجنوں کی ہوئی توقیر ہی
طوق گردن میں پڑا ہی پاؤں میں زنجیر ہی

کس طرح آئینگے وہ وعدہ پہ دیکھا چاہیئے
پیر میں مہندی لگی ہی شرم دامن گیر ہی

پرتوِ رُخ نے ترے عالم کو حیراں کر دیا
آئینہ مونھ تک رہا ہی اور چپ تصویر ہی

دیر میں پھرتا ہی کیوں کس کی حرم میں ہی تلاش
دل کے آئینہ میں دلبر کی کھچی تصویر ہی

دیکھیے آخر نتیجہ کیا ہو اُن سے چھیڑ کا
اُس طرف زلفِ سیہ ہی اس طرف زنجیر ہی

ہو رہا ہی آج کل مجھ سے زمانہ منحرف
اِک فقط ہمدرد اپنا نالۂ شبگیر ہی

اب تلک ہنستے تھے احقر بیقراری دیکھکر — آج ہیں بے چین وہ یہ آہ کی تاثیر ہے

بسمل جناب منشی سکھدیو پرشاد صاحب سنہا الہ آبادی

آئینہ بھی دل گرفتہ شمع بھی دل گیر ہے — جو تری محفل میں ہے وہ صورتِ تصویر ہے

جو کہے حالاتِ غم وہ عاشقِ دل گیر ہے — جو بُلائے سے نہ بولے وہ تری تصویر ہے

اِس سے بڑھ کر قیس ہوگی اور کیا تاثیرِ عشق — گردنِ لیلیٰ میں تیرے پاؤں کی زنجیر ہے

وہ رہے دل میں ہمارے میں رہوں آنکھوں میں وہ — اِک مری تقدیر ہے اِک غیر کی تقدیر ہے

بن گیا بُت خانۂ اُلفت ہمارا کوہِ غم — جو یہاں پتھر ہے وہ فرہاد کی تصویر ہے

سانس جب تک ہے وہیں تک ہم ہیں پابندِ حیات — آدمی کے واسطے تارِ نفس زنجیر ہے

وقتِ آخر ہیں جو خوش ہوں اُن کی صورت دیکھکر — وہ سمجھتے ہیں کہ مرنے میں ابھی تاخیر ہے

اس طرف کچھ اور نقشہ اُس طرف کچھ اور رنگ — ایک آئینہ محبت کا تری تصویر ہے

یہ نہیں کہتا کہ صحت مجھ کو ہو ہی جائیگی — چارۂ تدبیر کر آگے مری تقدیر ہے

پھرتے ہیں رکھے ہوئے سر پر جسے اہلِ جنوں — وہ ہمارے پاؤں کی اُتری ہوئی زنجیر ہے

وہ نہ نکلیگا تو پھر یہ بھی نکل سکتا نہیں — دل مرے پہلو میں ہے دل میں تمہارا تیر ہے

سارا عالم دیکھنے کو اس کے کھنچ کر آئیگا — جس پہ دُنیا مر رہی ہے وہ تری تصویر ہے

دامِ اُلفت سے کبھی چھٹ جائے یہ ممکن نہیں — ہر رگِ گُل پائے بلبل کے لئے زنجیر ہے

چارہ گر میں ایسا محوِ لذّتِ آزار ہوں — یہ نہیں معلوم میرے دل میں کس کا تیر ہے

اک طرف رکھی ہوئی ہے تیرے دیوانے کی نعش — اک طرف زنداں میں اس کے پاؤں کی زنجیر ہے

پاؤں رکھیئے گا ذرا فرشِ زمیں پر دیکھ کر — ذرّہ ذرّہ میں دلِ مرحوم کی تصویر ہے

حضرتِ بسمل تڑپتے ہو جو بسمل کی طرح — خیر تو ہے کیا تمہارے دل میں اُن کا تیر ہے

بیدل جناب منشی رام دیال صاحب اٹاوہ

کیوں کماں رکھ دی ہے ناکامی سے کیوں دلگیر ہے
دیکھ تیر افگن مرے دل میں ترازو تیر ہے

جوشِ وحشت کم ہوا یا پاؤں میرے شل ہوئے
آج پابندِ خموشی کیوں مری زنجیر ہے

میری قسمت کا لکھا ظاہر ہے میری شکل سے
میری صورت ہے کہ اک آئینۂ تقدیر ہے

کیوں نہیں ملتا مرے شکووں کا آخر کچھ جواب
تو مرے پیشِ نظر ہے یا تری تصویر ہے

کس قدر ہوتی ہے رہ رہ کر مرے دل میں کھٹک
خارِ حسرت ہے کہ یارب کوئی نوکِ تیر ہے

دیکھئے تو ہے جہاں بھی اک مرقع حسن کا
اِس میں جو تصویر ہے وہ عالمِ تصویر ہے

مجھ سے کیوں ناخوش ہو زندہ ہوں عوض میں صبحِ فراق
یہ مری تقصیر ہے یا موت کی تقصیر ہے

کوچۂ جاناں سے کیوں جاؤں بیاباں کی طرف
قیس کی جاگیر ہے وہ یا مری جاگیر ہے

وہ یہ کیوں لکھتے ہیں تیرا خط پڑھا جاتا نہیں
کیا مری تحریر بھی یارب مری تقدیر ہے

بچ کے چلتے ہیں مری تربت سے وہ اس واسطے
اُن کو یہ ڈر ہے کہ اس کی خاک دامن گیر ہے

سبزۂ خط ہے لبِ رنگیں پہ اے شیریں مقال
یا یہ پھیلائے ہوئے پر طوطیِ تقریر ہے

مُجھ سے وہ ہوتے ہیں رخصت رنگِ رُخ فق ہے مرا
ہے یہ صُبحِ وصل بیدل یا مری تصویر ہے

بلیغ - جناب شیخ ثناء الحسن صاحب رئیس مین پوری

سنبلستانِ چمن میں نالہ بے تاثیر ہے
اُن کی زلفوں میں پریشاں گردشِ تقدیر ہے

زینتِ دُنیا نمودِ عالمِ تصویر ہے
اُس کے پردے میں جمالِ پردۂ تقدیر ہے

عکسِ رُخسارِ حوادث پرتوِ تنویر ہے
سنبلِ لعلِ بدخشاں آبجوئے شیر ہے

جوشِ گلشن کے قفس میں کس قدر تسخیر ہے
رازدارِ سنبلستاں تابِ آہن گیر ہے

دشمنِ جاں عاشقوں کا آسمانِ پیر ہے
دامنِ عصریاں نہالِ بندۂ تدبیر ہے

نوکِ مژگاں میرے دل میں خارِ دامن گیر ہے
اُف ستم آرا یہ تیری سوزشِ تعزیر ہے

مثلِ مجنوں یوں کھڑے رہتے ہیں کچھ کھوئے ہوئے
قیس کا پیرن ہلالِ ہنسیہ تو قیر ہے

پوچھتے کیا ہو تمنا طیرِ ازل کی بے کسی
میرے سینہ میں نہاں معشوق کی تصویر ہے

اُن کی دیوانوں کی کیا اُلٹی ہوا ہے دیکھئے
پاؤں میں بندِ سلاسل ہاتھ میں زنجیر ہے

اِک نگاہِ ناز سے دیکھا جسے تڑپا دیا
کس قیامت کا فنافی الزخم اُن کا تیر ہے

منظرِ بابِ فراغت منبعِ جود و سخا
خصلتوں کی اُن کی یہ اِک مختصر تفسیر ہے

یہ عروسِ نوجوانی اور اُن کا یہ شباب
ابر شئے بادِ سحر کی صاف یہ تحریر ہے

گلبنِ باغِ عنادل قلزمِ آبِ گہر
راز دارِ لم یزل دانندۂ تسخیر ہے

ہے گلستانِ کرم میں نرگسِ بہارِ بہار
طوطیِ شیریں ادا کا حُسن دار و گیر ہے

کس ادا سے وہ چلے آتے ہیں مقتل میں بلیغ
پاؤں میں شورِ قیامت ہاتھ میں زنجیر ہے

برق جناب بابو مہاراج بہادر صاحب دہلوی

آپ کی مژگان برگشتہ کا جو نخچیر ہے
اُس کے دل سے پوچھئے کیا لطفِ زخمِ تیر ہے

دونوں گھر آباد ہیں کیا حُسن کی تنویر ہے
آنکھ میں جلوہ ترا دل میں تری تصویر ہے

اصل میں جو ہے کہاں وہ فرع میں تاثیر ہے
دل کشا گل کی طرح کب غنچۂ تصویر ہے

سبزۂ خط کی جو رُوئے صاف پر تحریر ہے
مصحفِ آئینۂ رُخسار کی تفسیر ہے

شمعِ کشتہ! تو سراپا یاس کی تصویر ہے
یا بیاضِ صبحِ پراندہ کی تفسیر ہے

دیدۂ مخمور میں سرمے کی یہ تحریر ہے
یا کفِ بدمست میں صیقل زدہ شمشیر ہے

فتنہ انداز ہی نگاہِ ناز کی دیکھے کوئی
لڑ گئی تو تیر ہے جب کھچ گئی شمشیر ہے

دل چُرانے میں جھجکتی ہے جو شرمیلی نظر
تلملا کر شوخیاں کہتی ہیں کیا تاخیر ہے

وہ مرے پہلو میں ہیں دل اُن کا بزمِ غیر میں
وصل میں ہے ہجر کیا محرومیِ تقدیر ہے

جس سے برگشتہ ہو تم اُس سے زمانہ ہے خلاف
جس پہ تم مائل ہو اُس کی سامنے تقدیر ہے

او کمان افگن! نگاہیں آنکھ ملتے ہی نہ پھیر
تیر پر سے تیر پہ یہ حسرتِ نخچیر ہے

ہلکی ہلکی مسکراہٹ غنچۂ نوخیز کی
شرم آلود تبسّم کی ترے تصویر ہے

اِس کی ہے سیلِ حوادث پر بنا ڈالی گئی
خاک و باد و آب و آتش کی جو یہ تحریر ہے

کیسی کیسی صورتیں اس آئینہ خانے میں ہیں
عالمِ اسباب کیا ہے عالمِ تصویر ہے

برق مجکو ہے بجا، نازِ نگاہِ انتخاب
دل دیا ہے اُس کو جو سر تا قدم تصویر ہے

بیدم جناب بیدم شاہ صاحب وارثی اٹاوی

یہ نہیں معلوم اتنا بے خبر نخچیر ہے
تیر میں ہے اُس کا دل یا اُس کے دل میں تیر ہے

نیچی نظروں سے جسے تاکا وہی نخچیر ہے
ان نرالے تیر والوں کا نرالا تیر ہے

دل کے ہر گوشہ میں عکس روئے پُر تنویر ہے
آج دنیائے تصور عالمِ تصویر ہے

زد پہ اُن کے تیر کے جو آگیا نخچیر ہے
اور جو نخچیر کے دل میں رہا وہ تیر ہے

پتہ پتہ بن رہا ہے اُس کا آئینہ نما
ذرّے ذرّے میں جمالِ یار کی تنویر ہے

میری قسمت کیا مقدر کیا مرا مقسوم کیا
غیر کی تقدیر ہاں تقدیر ہے تقدیر ہے

آنکھ تو اُٹھے وہ چھوٹے تو کمانِ ناز سے
پھر تو دنیا جان لیگی اُس کو جیسا تیر ہے

بے اجازت جا نہیں سکتی حریمِ ناز تک
با ادب کتنی ہماری آہِ بے تاثیر ہے

تیرے ترکش میں یہ جب تک تھا تو تیرا تیر تھا
میرے دل میں ہے تو تیرا تیر میرا تیر ہے

اِصطلاحِ اہلِ زنداں پوچھنی آخر پڑی
کیا اسے زنجیر کہتے ہیں یہی زنجیر ہے

ہار میں اُن کے جو ہے اِک پھول کملایا ہوا
ہُو بہُو وہ میرے قلبِ زار کی تصویر ہے

میں یہ کہتا ہوں کہ تم کو چھیڑتی ہے یادِ غیر
وہ یہ کہتے ہیں کہ تیرا نالہ شبگیر ہے

جس کو دیکھا دیکھتا ہے غور سے میری طرف
کیا مری صورت میں پنہاں آپ کی تصویر ہے

سینکڑوں نقشے ہیں یوں تو حسن والوں کے مگر
آپ کی تصویر پھر بھی آپ کی تصویر ہے
دے رہا ہے زخم دل کو کیسی کیسی لذتیں
کس مزے کا تیر ہے کیسے مزے کا تیر ہے
نور ہے آنکھوں کا بیدم اپنی آنکھوں کی قسم
خاک پائے حضرت داغ مجھے اکسیر ہے

باغ جناب منشی فضل رب صاحب رئیس سنبھل ضلع مرادآباد
تلمیذ جناب داغ مرحوم

ٹلنے والی کب قضائے کاتب تقدیر ہے
دفتر قسمت میں جو تحریر ہے تحریر ہے
غور سے دیکھا تو بے بنیاد سب تعمیر ہے
مٹنے والی ہستی موہوم کی تصویر ہے
خواب کی صورت پریشاں خواب کی تعبیر ہے

سر میں سودا اور لب پر آہ بے تاثیر ہے
جو مقدر میں لکھا ہے وہ بہر تقدیر ہے
لذت تعزیر وجہ خواہش تعزیر ہے
گیسوئے پُرخم کی ہر دم یاد دامن گیر ہے
آپ کا دیوانہ بے شک قابل زنجیر ہے

خامشی غنچے بے جا خندۂ گل ناگوار
غور پر بھی میں نظر ڈالوں تو آئے مجھ کو عار
بات جو سچی ہے دل میں کیوں نہ کردوں آشکار
کونسی نظروں سے دیکھوں میں گلستاں کی بہار
میری آنکھوں میں تو حسن یار کی تصویر ہے

مرنے والا چاہیے مرنے کی نیت چاہیے
دل میں حسرت چاہیے دل میں محبت چاہیے
بگڑی بن جاتی ہے قاتل کی عنایت چاہیے
قتل میں کیا دیر ہے شوق شہادت چاہیے
ہر ادا اک تیر ہے ہر غمزہ اک شمشیر ہے

دل بہت گھبرائیگا ایسا رہیگا اضطراب
کروٹیں بدلا کرینگے آئیگا ان کو نہ خواب
مار ہی ڈالیگی مجھکو ان کی چشم پر عتاب
وہ جو بگڑینگے تو آخر کیا انھیں دونگا جواب
میں نے یہ مانا کہ میری آہ میں تاثیر ہے

راہ پر جس کو لگایا اُس کی رہزن ہوگئی
مہربانی کی تو آتش بہر خرمن ہو گئی
چار دن جس سے ملی پھر اُس سے اَن بَن ہوگئی
جس کو دیکھا پیار سے بس اُس کی دشمن ہوگئی
وہ نگاہِ ناز کیا چلتی ہوئی شمشیر ہے

ہر گھڑی تازہ خلش ہر دم نئی ہے اک کھٹک
خوگرِ تکلیف ہوں نشتر لگائیں بیدھڑک
اب نہیں کوئی تکلف اب نہیں کوئی جھجک
چارہ گر مرہم کے بدلے شوق سے چھڑکے نمک
درد سے زخمِ جگر کچھ اور لذت گیر ہے

مدح تیری کر رہی ہے عندلیبِ خوشنوا
تیرا ہی دم بھر رہی ہے ہر گھڑی بادِ صبا
پتے پتے سے عیاں ہے حال تیرا برملا
غنچے غنچے میں نہاں ہے رازِ سربستہ ترا
ہر مرقع گلستاں کا اک تری تصویر ہے

اُن کے آنے کی خبر میرے لیے اک عید تھی
دل ہی کچھ واقف ہے جیسی آرزوئے دید تھی
وہ کرم فرمائینگے اولٹی مجھے تاکید تھی
نامہ بر جب تک نہ آیا تھا تو کچھ اُمید تھی
اب کسی کو کیا بتاؤں خط میں جو تحریر ہے

جو مصیبت میں پھنسے ہیں اُن کو راحت چاہیئے
مفلس و نادار جو ہیں اُن کو دولت چاہیئے
مبتلائے غم جو ہیں اُن کو مسرت چاہیئے
ہر ضرورت مند کو کچھ ہر حاجت چاہیئے
رحمتِ حق کے لیئے زیبا مری تقصیر ہے

یاد کر لو قصۂ انجام محمود و ایاز
بندگی کرنے سے بندہ ہو گیا بندہ نواز
کہہ دیا ہے کہنے والے نے یہ اک تھوڑا سا راز
سرفرازی جھک کے پاتا ہے سرِ اہلِ نیاز
خاکساری آدمی کے واسطے اکسیر ہے

کچھ کیا مایوس مجھ کو کچھ دلایا ہے یقین
کچھ کیا ناخوش مجھے کچھ مرحبا کچھ آفریں
کچھ چھپائیں اُن کی باتیں اور کچھ مجھ سے کہیں
نامہ اُن کا لے کر آیا ہے تو اب کھلتا نہیں
اُڑ چلا قاصد بھی اپنی شوخیِ تحریر ہے

مجکو یہ اندیشہ ہے میری کہیں شامت نہ آئے	گفتگوئے بے محابا سے انھیں نفرت نہ آئے
لطف کیا اس بات کا جس سے انھیں راحت نہ آئے	کیا کہوں اپنی کہانی جب انھیں لذت نہ آئے

اُن کے آگے خود مجھے اندازۂ تقریر ہے

غنچۂ و گلدستۂ شمع و چراغ و چنگ و نے	شیشۂ و جام و صراحی ساغر و مینا و مے
آئی دامان و گریباں پر مصیبت پے بہ پے	دستِ وحشت نے نہ چھوڑی گھر میں باقی کوئی شے

میرے سامانِ جنوں میں صرف اک زنجیر ہے

جو بظاہر شاد ہیں وہ دل میں کچھ ناشاد ہیں	جو مدد کرتے ہیں وہ خود قابلِ امداد ہیں
جن کو استحکام تھا وہ آج بے بنیاد ہیں	انقلابِ دہر سے لاکھوں چمن آباد ہیں

اِس جہاں میں یہ ہوا اے باغِ عالمگیر ہے

بدر جناب شیخ بدر الحسن صاحب رئیس مین پوری

مہرباں کرنے کی اُن کے ہے تو یہ تدبیر ہے	کہہ چلوں میں حالِ دل آگے مری تقدیر ہے
جس کو دل نے عمر بھر پالا وہ تیرا تیر ہے	ہم نے آنکھوں میں جسے رکھا تری تصویر ہے
بڑھ گئی شانِ تصوّر اور بھی بعدِ فنا	ہر لہو کی بوند میں قاتل تری تصویر ہے
مائلِ صحرا نوردی پھر ہوا جوشِ جنوں	کانٹا کانٹا وادیٔ وحشت کا دامن گیر ہے
کھل گئیں محشر میں آکر ان کی تیر اندازیاں	سب کے دل میں زخم ہے ہر زخم میں اک تیر ہے
اہلِ محشر کو ہے میری بے گناہی کا یقین	خونِ ناحق حشر میں قاتل کا دامن گیر ہے
دیکھ رہی ہے کس کو حسرت سے نگاہِ واپسیں	کس کا نقشہ ہے الٰہی کس کی یہ تصویر ہے
دل ملا تیرِ نظر کو تو اچھوتا دل ملا	تیر ہے جو میرے دل میں وہ انوکھا تیر ہے
یہ مرا شوقِ خلش ہے یا خلش ہے تیر کی	تیر میں ہے دل مرا یا میرے دل میں تیر ہے
بجھ گئے جو تیر کے دھوکے میں وہ ارمان تھے	رہ گیا جو میرے دل میں وہ کسی کا تیر ہے

چھا گئی حیرت بھی کچھ دل کی خلش کے ساتھ تھا
اے نگاہِ ناز کیا رکھا ہے اب دل میں مرے
وار کچھ اوچھا پڑے جس پر وہ بسمل ہے ترا
رنگ لایا بزمِ دشمن میں مرا ضبطِ فغاں
آ گئے وہ آ گئے جن کا تھا دل کو انتظار
بیدم کو کیا جانتے ہو تم کو قتدر بید ہو کیا

تیر بھی ظالم کا میرے دل میں اک تصویر ہے
ایک ناوک پڑ رہے ہیں یا تری شمشیر ہے
اور جو رہ جائے بھڑک کر وہ ترا نخچیر ہے
دل گرفتہ وہ بھی ہیں دشمن بھی کچھ دل گیر ہے
اللہ اللہ آج تو میری بڑی تقدیر ہے
آسماں کے دل سے پوچھو اس کی کیا توقیر ہے

بیخود جناب اشفاق حسین صاحب (علیگ) متعلم بی اے کلاس

صاف پیشانی پہ یہ لکھا ہے یہ تحریر ہے
ٹوٹ کر الجھا ہوا خود ناخنِ تدبیر ہے
پھر وہ میری آرزو ہے پھر مرا ارمان ہے
دیکھنا عالم کا رنگِ آشنائی دیکھنا
آپ نے لکھ دیں مری تقدیر میں ناکامیاں
انتہائے جوشِ الفت اس کو کہنا چاہیئے
لٹتے ہی بسملِ جاں باز نیند آنے لگی
جانتے ہیں کس دھوم سے یہ وہ جانے سے تھا
خیر تو ہے آپ گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں کیوں
اے دلِ کشتی شکستہ اب کہاں جاتا ہے تو
کچھ ابھی باقی ہیں کچھ دم توڑتی ہیں حسرتیں
اور بیخود پڑ گئی ہمت مری فریاد کی

اے دلِ ناکام ہر تدبیر میں تقدیر ہے
اللہ اللہ کس قدر الجھی ہوئی تقدیر ہے
سینہ سے جب تک وہ باہر ہے تمہارا تیر ہے
صبحِ پیدائش نمازِ مرگ کی تکبیر ہے
سنده پر در اور پیشانی یہ کیا تحریر ہے
آنکھ سے ٹپکا نہیں آنسو کہ دامن گیر ہے
واہ کیا ٹھنڈی ہوا ہے دامنِ شمشیر ہے
نقشِ دل کے ساتھ نقشِ دل گیر ہے
میں تو کہتا ہوں کہ میری آہ بے تاثیر ہے
ہر طرف سے گرد اپنا دامن گیر ہے
کچھ ابھی سینہ میں کچھ سینہ کے باہر تیر ہے
ہم نوائے شورِ وحشت شورِ زنجیر ہے

بشیر جناب بشیر خاں صاحب فیروز آبادی

سورۂ والشمس حسنِ یار کی تنویر ہے
زلفِ جاناں سر بسر واللیل کی تفسیر ہے

خواب میں دیکھا ہے ہم نے پاؤں میں زنجیر ہے
عاشقِ گیسو بنینگے بس یہی تعبیر ہے

پھر اُسی الجھن میں بختِ عاشقِ دلگیر ہے
پھر ہمارے پاؤں ہیں اور حلقۂ زنجیر ہے

الغیاث اے جوشِ وحشت پھر ہوا سودائے زلف
المدد جوشِ جنوں پھر پاؤں میں زنجیر ہے

غیر کے گھر بے حجابانہ وہ جاتے ہیں سدا
میرے گھر آنے میں اُن کو شرم دامن گیر ہے

لا دوا اب اے مسیحا ہو گیا بیمارِ غم
فکر اب بیکار ہے بے فائدہ تدبیر ہے

قتل کرنا ہے کرو لیکن تم اتنا دیکھ لو
کس کی کیا تقصیر ہے اور کون بے تقصیر ہے

اِس طرح سے کٹ رہے ہیں اِن دنوں فرقت کے دن
اک نگاہِ شوق ہے اک یار کی تصویر ہے

آ گئے وہ آ گئے وہ آ گئے وہ آ گئے
کیا ہمارا درد ہے کیا درد کی تاثیر ہے

وائے رے نیرنگیٔ عالم سوالِ آب پر
ساقیٔ کوثر کے پوتے کے گلے پر تیر ہے

ایک بھی ارماں نہیں نکلا بشیرِ زار کا
کیسی اس کمبخت کی پھوٹی ہوئی تقدیر ہے

بسمل جناب آنند سروپ صاحب خلف حکیم رگھبر سہائے صاحب بریال جہان آبادی

دل ترا مسکن ہے آنکھوں میں تری تصویر ہے
تو سراپا حسنِ دنیا حسن کی تنویر ہے

جلوۂ قدرت کسی کا حسنِ عالم گیر ہے
جس کو دیکھا صورتِ آئینۂ تصویر ہے

خانہ زادِ زلف ہوں زنداں مری جاگیر ہے
ہم نفس یا ہم نوا جو کچھ بھی ہے زنجیر ہے

آئینہ کو دیکھ کر اس درجہ محویت ہوئی
اپنی صورت کی وہ گویا آپ ہی تصویر ہے

کھنچ کے جا بیٹھا کہاں اے دل خدنگِ [illegible]
جس کے جینے کی نہیں حد کوئی یہ وہ تیر ہے

غیر ممکن ہے کہ ہو جذبِ محبت بے اثر
میری بالیں پر کوئی شرمندۂ تاثیر ہے

تیرے صدقے اے تصور تیرے قرباں اے خیال
سامنے آنکھوں کے ہر دم یار کی تصویر ہے

جانبِ مدفن چلا ہوں میں کفن پہنے ہوئے
سر جھکا جاتا ہے لب پر نعرۂ تکبیر ہے

آپ کے جاتے ہی رخصت ہو گئے ہوش و حواس
مونسِ فرقت فقط اک نالۂ شبگیر ہے

قیس سا شوریدہ سر اور اک بیاباں میں رہے
نجد کے جنگل کا ہر اک خانہ آتشگیر ہے

آئینہ کیا اس نے دیکھا اس کو سکتہ ہو گیا
دیکھ کر تصویر اپنی خود ہی وہ تصویر ہے

وحشتِ دل لے چلی ہے خاک اڑانے کے لئے
لیکن اب صحرا میں ہر اک خار دامن گیر ہے

ہاتھ میں ہے ان کے خنجر اور ہے تیوری پہ بل
قتلِ بسمل کے لیے شمشیر پر شمشیر ہے

باغ جناب سید ابو الحسن صاحب رئیس مینپوری

تیرا سودا سر میں ہے تیرا جگر میں تیر ہے
آنکھ میں جلوہ ترا دل میں تری تصویر ہے

ان کا خط میرے لیے میرا خطِ تقدیر ہے
میرا خط میرے پریشاں حال کی تفسیر ہے

آنکھ جس سے لڑ گئی وہ دامِ وحشت میں پھنسا
آپ کا تارِ نظر ہے یا کوئی زنجیر ہے

کشتۂ تیغِ نظر کو واسطہ مقتل سے کیا
ہر ادائے ناز اس کے واسطے شمشیر ہے

زخم دیتے ہیں دعائیں کیوں نگاہِ ناز کو
کیا علاجِ زخمِ دل سفاک تیرا تیر ہے

ڈھل گئی جو نور کے سانچے میں صورت ہے تری
اور جو ہاتھوں بناتی ہے تری تصویر ہے

ہے یہ آوازِ سلاسل نغمۂ سازِ جنوں
زیورِ صحرا نوردی یہ مری زنجیر ہے

ڈال دی شوقِ خلش میں جان اس نے ڈال دی
واہ وا کیا تیر ہے کیا تیر ہے کیا تیر ہے

ہے زمانے کا زمانہ کشتۂ تیغِ نظر
دردِ دل یہ عام ہے یہ زخم عالم گیر ہے

میں ترے ناوک کو اپنا دل سمجھتا تھا مگر
کیا خبر تھی بے وفا کا بے وفا یہ تیر ہے

کیوں مٹا زلفوں پہ ان کی اس کی ملتی ہے سزا
باغ کی تقصیر کیا ہے بس یہی تقصیر ہے

بدل جناب سید احسن صاحب بلندشہری مقیم حال مین پوری

رحم کے قابل ستم گر حالتِ نخچیر ہے
پاؤں میں کانٹے چبھے ہیں دل میں نوکِ تیر ہے

تیرے گھر آنے کو ہے اب کوئی مہمانِ عزیز
دیکھ اے دل وہ کسی کی چٹکیوں میں تیر ہے

جس کو دیکھو اُس پہ رعبِ تمکنت چھایا ہوا
آپ کی یہ بزم ہے یا عالمِ تصویر ہے

واہ وا کیا چیز ہے اللہ رکھے حسن کو
آپکی صورت پہ نازاں آپ کی تصویر ہے

وصل اُن کا بدل ہوتا ہی نہیں ہم کو نصیب
کیا کریں مجبور ہیں پھوٹی ہوئی تقدیر ہے

برق جناب بابو ڈوری لال صاحب ہیڈ کلرک ڈسٹرکٹ بورڈ مین پوری

کون کہہ سکتا ہے اس جلسہ کی جو توقیر ہے
دیکھ لیجئے سر خمیدہ آسمانِ پیر ہے

میری گردن سے جو ملتی آپ کی شمشیر ہے
کیوں کٹے جاتے ہو مجھ سے یہ مری تقدیر ہے

بعد مدت یاد آئی اک نئی تدبیر ہے
جو کروں الٹا کروں اُلٹی مری تقدیر ہے

اُس نے اُلٹا لکھ دیا سب صاف ہم نے کر دیا
جبہ سائی سے مٹی تقدیر کی تحریر ہے

آہ بسمل بیٹھ جا اُٹھنے کا یہ موقع نہیں
امتحان کا وقت ہے گردن تہِ شمشیر ہے

تجھ کو دیکھا جی گئے تجھ کو نہ دیکھا مر گئے
زندگی و موت کی تو ایک ہی تصویر ہے

درد نے اُٹھ کر خبر دی بیٹھ جا جی تھام کر
کوئی کھٹکاتا ترے غمخانہ کی زنجیر ہے

ہم نے سیدھی چال چھوڑی چھوڑ دی بس چھوڑ دی
دور ٹیڑھے کا ہے کج رفتار چرخِ پیر ہے

کشتۂ اُلفت کا مرنا اک تماشا ہو گیا
میری بالیں پر کوئی شرمندۂ تاثیر ہے

وار مجھ پر کر رہی ہے آپ کی ترچھی نظر
یہ تو پہلے دیکھئے سیدھا بھی چلتا تیر ہے

برق سے ممکن نہیں رہ جائے بے تڑپے کبھی
درد پہلو سے جو چھوٹا نالۂ شبگیر ہے

بیباک جناب سید احمد حسین صاحب وارثی اٹاوہ

سرنگوں تیرے مقابل عاشق دل گیر ہے
کر سنبھل کر وار اب کیا دیر کیا تاخیر ہے

بے طرح تیور چڑھے ہیں ہاتھ میں شمشیر ہے
آج مقتل ہے اور اُن کا عاشق دل گیر ہے

یار کا تیرِ نظر بھی کس بلا کا تیر ہے
جس کو دیکھا اُس خدنگ ناز کا نخچیر ہے

شمع کہتا مان لے بڑھ بڑھ کے یوں باتیں نہ یار
گھات میں صرصر لگی ہے تاک میں گل گیر ہے

چند سانسیں اور باقی ہیں مریضِ ہجر کی
اور مسیحا ہے کہ اب بھی مائل تاخیر ہے

ہچکیوں کا تار دیتا ہے خبر اس بات کی
نالہ میرا آج پھر منت کش تاثیر ہے

روز محشر وہ مرے مولا کا کہنا یاد ہے
اب مرے قاتل تجھے کیوں فکر دامن گیر ہے

زیب تن ہے جامہ ہستی مرے نوشاہ کے
کحل ما زاغ البصر کی آنکھ میں تحریر ہے

ایک دنیا کہہ رہی ہے جس کو سونا جاگنا
بس یہ خواب ہستی موہوم کی تعبیر ہے

کوہ کن کا نام باقی ہے جہانِ عشق میں
اب نہ شیریں ہے نہ خسرو ہے نہ جوئے شیر ہے

دل کی تسکیں کے لیئے بیباک ہجر یار میں
نالہ شبگیر ہے یا آہ بے تاثیر ہے

بلبل جناب پنڈت رام نراین صاحب فرخ آبادی ہندی خواں

یار کے گھر دعوتِ شیراز کی تدبیر ہے
دیگ میں دیکھا تو بس کفگیر ہی کفگیر ہے

وائے قسمت میرے نسخہ میں رقم انجیر ہے
چارہ گر اتنا نہ سمجھا عشق کی تجبیر ہے

زلزلے میں ہے زمیں چکر میں چرخ پیر ہے
تہلکا افگن ہمارا نالۂ شبگیر ہے

ہے ادھر عہدِ شباب اُس بت کا بندہ پیر ہے
چھتیاں اُٹھتی ہیں آغوش کماں میں تیر ہے

عقدِ زنداں میں عبث حجت ہے اے زنجیر تجھے
دختِ رز ہے نورچشمی یا تری ہمشیر ہے

آ کے راہ راست پر جلوہ وہ دکھلا دیں تو خیر
وصل کا ہونا تو اُس تیور سے ٹیڑھی کھیر ہے

کر چکے ہیں جمع ہم شنبہ سے سامان عیش کے — اُس پری کے وصل کے وعدہ کا دن تو پیر ہے
قبرِ عاشق کو ہے بس دیدہ اگر دو گز زمیں — میتِ انسان ہے وحشی ہے نہ وہ شہتیر ہے
مفت کی پیتے ہیں مے ساقی سے لے کر مدام — کیا کریں کوئی علاقہ ہے نہ کچھ جاگیر ہے
ہو بہو نقشہ ہے تیرا۔ ہے جو لیلیٰ کی شبیہ — قیس کے پردے میں مجنوں کی ترے تصویر ہے
اشکباری سے مری اور میری آہِ سرد سے — ان دونوں کو جیسے کسی کا خطۂ کشمیر ہے
قاصد آئے بھی گئے بھی خط کا بھی لائے جواب — یہ تو سب کچھ ہو گیا آگے مری تقدیر ہے
ایک مکتب میں پڑھے اور ایک ہی اُستاد سے — بس اسی رشتہ سے لیلیٰ قیس کی ہمشیر ہے
جانشینِ قیس ہوں زیرِ قدم ہے دشتِ نجد — میرے قبضہ میں جنونِ عشق کی جاگیر ہے
ہے ازل ہی سے یہ دیوانوں کے رہنے کا مقام — نجد کیا اے قیس تیرے باپ کی جاگیر ہے
کس طرح اُس کو تسلی دوں زباں کھلتی نہیں — میری بالیں پر کوئی شرمندۂ تاخیر ہے
اے بلبلے میں اپنے فن پہ کیوں نازاں نہ ہوں — مضحکہ انگیز شہرت میری عالم گیر ہے

تائب جناب سید نظر علی صاحب

ایک جرمِ عشق کی دوہری مجھے تعزیر ہے — طوق گردن میں پڑا ہے پاؤں میں زنجیر ہے
کیوں اسیرِ زلفِ خوباں ہر جوان و پیر ہے — یا خدا یہ کس بلا کا حلقۂ زنجیر ہے
جس کا ہوں مجروح میں اُن کی مژہ کا تیر ہے — جس کی ہے دل میں خلش ابرو کی وہ شمشیر ہے
میرے دل سے چارہ گر اُس کا نکلنا ہے محال — خارِ صحرا یہ نہیں اُن کی نظر کا تیر ہے
فاتحہ پڑھنے کو آیا قبر پر پردہ نشیں — خاک میں ملنا مرا میرے لئے اکسیر ہے
وقتِ زینت آئینہ میں دیکھ کر اپنا جمال — وہ پری رو محوِ حیرت صورتِ تصویر ہے
آج دیکھا چاہیئے کس کس کو وہ کرتے ہیں ذبح — ہاتھ میں خنجر ہے لب پر کلمۂ تکبیر ہے
مصحفِ رخسارِ جاناں پر ہے سبزۂ خط کی نمود — حاشیہ پر قدرتی قرآن کی تفسیر ہے

وائے بر تقدیر کب حاصل ہوا دیدارِ یار
آنکھ اُن سے کب لڑی جب حلق پر شمشیر ہے

کیوں نہ پائے قبر و محشر کے عذابوں سے نجات
جس کو صدقِ دل سے تائبِ الفتِ شبیر ہے

توفیق جناب سید توفیق احسن صاحب ساکن اٹاوہ

مجھ پہ کیا الزام اس میں میری کیا تقصیر ہے
خود کمالِ حسن اُن کا باعثِ تشہیر ہے

واہ کیا قسمت ہے میری واہ کیا تقدیر ہے
آج وہ پرسانِ حالِ عاشقِ دلگیر ہے

وہ دکھا جائیں دمِ آخر ہی اپنی اِک جھلک
بس یہی اِک آرزوئے عاشقِ دلگیر ہے

وہ تصور ہے ترا جو ہے شریکِ دردِ غم
جو نہ بولے مُنھ سے وہ ظالم تری تصویر ہے

اپنے مرنے کے تصدق اپنے مرنے کے نثار
میری بالیں پر کوئی شرمندۂ تاثیر ہے

ہم ہیں پابندِ وفا وہ مائلِ جور و جفا
سر بکف ہم اور اُن کے ہاتھ میں شمشیر ہے

حسن کو شوقِ تماشا عشق کو ذوقِ فنا
قتل کیوں کرتے نہیں جب ہاتھ میں شمشیر ہے

اے مسیحا لے خبر صدقہ لبِ جاں بخش کا
جاں بلب فرقت میں کوئی عاشقِ دلگیر ہے

جائیے اب اُٹھ کر پہلو سے اچھا جائیے
ہم دکھا دینگے اگر آہوں میں کچھ تاثیر ہے

میں کروں کس کی شکایت میں کہوں کس کا گلہ
اِن دنوں خود مجھ سے برگشتہ مری تقدیر ہے

ہائے بعدِ مرگ بھی نکلی نہ دل کی آرزو
نعش پر میری نہ آئے وائے کیا تقدیر ہے

کنجِ تنہائی میں جس سے کچھ بہل جاتا ہے دل
وہ تصوّر آپ کا ہے آپ کی تصویر ہے

کر رہے ہیں آپ کیوں توفیق پر ظلم و ستم
آپ سے اُلفت بھی کرنا کیا کوئی تقصیر ہے

تکلّف جناب عبد الوہاب صاحب دہلوی انسپکٹر آبکاری

خادمِ پیرِ مُغاں ہوں مست میرا پیر ہے
میں وہ میکش ہوں کہ میخانہ مری جاگیر ہے

موسمِ گُل اور اسیری کیا مری تقدیر ہے
ذبح کرنے میں تجھے صیاد کیوں تاخیر ہے

فرقِ گیسو عاشقوں کی قتل کی شمشیر ہے
اُن کی آنکھوں کا اشارہ اِک قضا کا تیر ہے

زخمیِ تیرِ نظر کے درد کا پوچھو نہ حال
ایک سینہ اک جگر ہے ایک دل میں تیر ہے

چشمِ عالم وا ہے تیرے اشتیاقِ دید میں
اے ہلالِ عید کس ابرو کی تو تصویر ہے

مجکو بیخود دیکھ کر ہوتے ہیں غافل ہوشیار
میری بیہوشی کسی کے ہوش کی تصویر ہے

غیر ممکن ہے خیالِ غیر کا دل میں گزر
یہ وہ آئینہ ہے جس میں یار کی تصویر ہے

عشق کی سرکار سے انعام دونوں کو ملا
قیس کو صحرا ترا کوچہ مری جاگیر ہے

بلبلیں لاکر چڑھاتی ہیں مری تربت پہ پھول
اے گلِ خوبی ترے عاشق کی یہ توقیر ہے

آج کیوں ہاتھوں سے تھامے ہے جگر وہ سنگدل
کل جو کہتے تھے کہ تیری آہ بے تاثیر ہے

پیرِ میخانہ بنا دولہا مبارک میکشو
میکدے میں دختِ رز کی عقد کی تدبیر ہے

تھا یہ اِک ظلمت کدہ دل میں کہاں تھی روشنی
آپ ہی کے یہ رخِ پُر نور کی تنویر ہے

آپ بھی مجھ پر ہوئے عاشق تکلف سے کہا
شامت آئی تو نہیں کیا موت دامنگیر ہے

ثابت جناب قاضی عبدالمجید صاحب علی پور کھیڑہ ضلع مین پوری

مسکرا کر کہہ رہا کچھ بن پڑی تقصیر ہے
میری بالیں پر کوئی شرمندۂ تاخیر ہے

ہے تمنا عیش کی اور نام بھی درکار ہے
صاحبو یہ عقل کے نزدیک ٹیڑھی کھیر ہے

کچھ تو آڑے آئینگے میری مصیبت میں حضور
آپ کو تکلیف دوں صاحب یہی تدبیر ہے

تیری ٹیڑھی آنکھ ہے عاشق کے مرنے کا مقام
اور مرہم آپ کا اس کے لئے اکسیر ہے

رنج و غم معدوم آتے ہیں نظر جب تم ہو پاس
عیش و عشرت کی تمہارے سامنے توقیر ہے

کیسے ہو امن و اماں جب بخت ہی ناساز ہو
پیچ و خم رفتار کی جب پاؤں میں زنجیر ہے

حال دل پر پہلے ہنستے تھے زمانہ [illegible]
اب ہنسی آتی نہیں یہ وقت کی تاثیر ہے

عمر بھر [illegible] ثابت ہوا اپنے لئے
[illegible] یہ مری تقدیر ہے

جلیل جناب شیخ محمد عبدالجلیل صاحب اٹاوی

جذبۂ دل ہے جسے کہتے ہیں سب تاثیر ہے — مفت مشہور جہاں تدبیر یا تقدیر ہے
ہل گیا زندان قیامت نالۂ شبگیر ہے — ٹکڑے ٹکڑے لے جنوں ہر حلقۂ زنجیر ہے
کیا گلہ خاموشیوں کا یہ مری تقدیر ہے — آپ کیا مجھ سے کشیدہ آپ کی تصویر ہے
اللہ اللہ یہ ہمارے خونِ ناحق کا اثر — آبدیدہ چشم قاتل سرنگوں شمشیر ہے
سوئے مقتل جا رہے ہیں عاشقانِ سرفروش — کیا ہلال عید اے قاتل تری شمشیر ہے
گاہ سیدھی ہے کبھی ترچھی ہے قاتل کی نگہ — کیا تماشا ہے کہ تیر اس شوخ کا شمشیر ہے
چبھتے ہی دل میں تماشا ہے جگر کی لی خبر — دو ٹھکانے ہے خلش اور ایک نوکِ تیر ہے
مسکرا کر دیکھنے والے ترے صدقے بتا — اس ادا کا اور بھی ترکش میں کوئی تیر ہے
یا الٰہی پھر یہ کیوں رہ رہ کے ہوتی ہے کھٹک — پھانس ہے دل میں نہ ارماں ہے نہ کوئی تیر ہے
اللہ اللہ کوئی کیا دیکھے گا اس کی شوخیاں — آنکھ کے پردوں میں جس کی بولتی تصویر ہے
دیکھنے والے ذرا اتنا تو کر دے فیصلہ — آئینہ ہے میرے دل کا یا تری تصویر ہے
کون ہے اتنا جو بے کس کی خبر لے شامِ غم — ہاں فقط اک ساتھ دم کے آہ کی تاثیر ہے
ان کے ارمانوں کی کیا مہماں نوازی ہو جلیل — یہ دلِ زخمی تو اک مدت سے نذرِ تیر ہے

جذبی (نام اور پتہ کچھ نہیں لکھا)

دل کچھ ایسا محوِ لطفِ لذتِ تعزیر ہے — میں سزا پا کر بھی کہتا ہوں مری تقصیر ہے
عاشقوں میں قیس کا شہرہ جو عالم گیر ہے — اللہ اللہ کیا جنونِ عشق کی توقیر ہے
کچھ خبر بھی ہے تجھے زندانیانِ عشق کی — ہمکنارِ موت کوئی بستۂ زنجیر ہے
بے قراریِ دلِ بے تاب کم ہو یا نہو — ہاتھ تم رکھ دو ذرا آگے مری تقدیر ہے

آفتابِ حشر بھی ذرّہ ہے جس کے سامنے
اللہ اللہ کیا کسی کے حُسن کی تنویر ہے

دیکھتا ہوں شام سے خوابِ پریشاں رات بھر
اُلفتِ گیسوئے جاناں جب سے دامن گیر ہے

کی دوا جی بھر کے لاکھوں منّتیں مانی گئیں
اب جو مر جائے ترے بیمار کی تقدیر ہے

کیا قیامت ہے کہ پھر بھی حشر میں ہے بازپرس
خود زباں سے کہہ رہا ہوں میں مری تقصیر ہے

طور پر جانا مبارک ہو کلیم اللہ کو
میرے دل کے آئینے میں یار کی تصویر ہے

قولِ سیّارہ شناسوں کا بھی اے دل مان لوں
ہاں اگر پڑھ لیں جو قسمت میں مری تحریر ہے

کھینچتے ہیں تیرا اُدھر وہ اور جذبِ دل اِدھر
کشمکش میں آج قلبِ عاشقِ دلگیر ہے

بن گئی دستِ جنوں گر حشر میں رحمت تری
دیکھ لینا پرزے پرزے دامنِ تقصیر ہے

مل گئی جابی درِ دلدار پر بستر کی جا
آج کل قبضے میں اپنے خلد کی جاگیر ہے

جوش جناب پنڈت ہری ہر ناتھ صاحب الہ آبادی

محوِ یادِ زلف و رُخ میں عاشقِ دلگیر ہے
ہاتھ میں آئینہ ہے تو پاؤں میں زنجیر ہے

اِس لیئے غصّہ سے خائف عاشقِ دلگیر ہے
آپ کے ہاتھوں میں اُس کے بخت کی تصویر ہے

پوچھتے ہو آج کیا عاشقِ دلگیر ہے
کل تو کہتے تھے کہ اس کی آہ بے تاثیر ہے

کس مصیبت میں تمھارا عاشقِ دلگیر ہے
اُس کے دل میں آس کی کچھ یاس کی تصویر ہے

تو اگر پردے میں رہتا ہے تو اس سے فائدہ
ہر جگہ مشہور تیرا حُسنِ عالم گیر ہے

جو نکالے سے نکل جائے وہ ہی عاشق کی جاں
جو نہ نکلے دل سے وہ تیری نظر کا تیر ہے

دیدۂ حق بیں سے دیکھوں گلشنِ عالم کا رنگ
ڈالی ڈالی پتّہ پتّہ میں وہی تصویر ہے

اِس میں آکر جو پھنسا وہ پھر رہا ہوتا نہیں
یہ تری زلفِ مسلسل بھی عجب زنجیر ہے

مرتے دم اس کے سرہانے آپ بھی بیٹھے ہیں
آخری یہ آرزوئے عاشقِ دلگیر ہے

آپ کے غمزوں سے غمزے اس کے ہیں ملتے ہوئے
آپ پھر بھی پوچھتے ہیں کس کی یہ تصویر ہے

دل میں چھپنے کے لیئے بے چین کھنے کرلیئے — اُن کی ایک اک آرزو بھی مجھ کو ایک ایک تیر ہے

واہ رے جوشِ جنوں جوشِ محبت جوشِ عشق — اور ہی عالم میں اُن کا عاشقِ دلگیر ہے

برق بھی کرنے لگی میرے نشیمن کا طواف — چار تنکوں کی یہ عزت اور یہ توقیر ہے

بے تامل جس کو ہنس دیتے ہیں ہم بھی دیکھکر — جوش اپنی عالمِ وحشت کی وہ تصویر ہے

چھوٹے جناب منشی چھوٹے لال صاحب ساکن کوراولی

آج محشر میں ترا بندہ بہت دلگیر ہے — بخشدے میری خطا میری بڑی تقصیر ہے

تجھ سے ملنے کی اگر ہے تو یہی تدبیر ہے — نام ہے لب پر ترا دل میں تری تصویر ہے

شکوۂ جور و جفا اُس سے کروں تو کیا کروں — میرا لکھا ہے یہی میری یہی تقدیر ہے

آپ نے جب سے مجھے دیکھا نگاہِ ناز سے — میں یہ سمجھا عید ہے میری بڑی تقدیر ہے

میرے نقشہ کو بگاڑا اور پھر مجھ سے کہا — میں نے پہچانا نہیں کیا آپ کی تصویر ہے

میری ہستی کو مٹایا مجھ کو غارت کردیا — پھوٹی قسمت دیکھنا کیسی بُری تقدیر ہے

ظلم کرتے کرتے ظالم ظلم سے گھبرا گیا — اِس لیئے بالیں پہ وہ شرمندۂ تاخیر ہے

آشنائی ان بتوں سے چھوڑ کر اے چھوٹے لال — رام کا سمرن کیا کر بس یہی تدبیر ہے

حیدر جناب محمد حیدر علی خاں صاحب فرخ آبادی

اس صنم کے وصل کی پھر کونسی تدبیر ہے — جب کہ نالہ بے اثر ہے آہ بے تاثیر ہے

جس کا قدموں پر ترے سر اے بتِ بےپیر ہے — ہے وہ قسمت کا دھنی اُس کی بڑی تقدیر ہے

تیرے گیسو پر فدا دل اے بتِ بےپیر ہے — جس کا میں قیدی ہوں وہ یہ بے صدا زنجیر ہے

اس ادا پر کوئی قربان ہو نہ جائے اے خدا — ابروؤں میں بل پڑے ہیں ہاتھ میں شمشیر ہے

پردہ پوشی کے لیئے دیتا ہوں میں دامانِ زخم
ہاتھ میں سفاک تیرے برہنہ شمشیر ہے

پھر تو مطلع صاف کیوں اے قاتلِ عالم نہو
مصرعۂ ابرو کا ثانی مصرعۂ شمشیر ہے

کس طرح ہو وصف اُس کے گیسوئے خمدار کا
جی اُلجھتا ہے کہ یہ سب پیچ کی تقریر ہے

تم سزا دو جرم اُلفت کی جو اپنے ہاتھ سے
ہو کے بے تقصیر بھی کہدوں مری تقصیر ہے

دیکھ کر آنسو جسے بھر لائے آنکھوں میں حضور
آپ کے شیدا کی وہ حسرت بھری تصویر ہے

نامۂ اعمال ہاتھوں میں ہے سب کے روزِ حشر
اِک فقط میری بغل میں یار کی تصویر ہے

تیرا ثانی آج تک پیدا ہوا ہے اور نہو
فردِ عالم کے مرقع میں تری تصویر ہے

میں نے کب مانگا تھا بوسہ ابروئے خمدار کا
اِس طرح جامے سے باہر کیوں تری شمشیر ہے

خود چلے آتے ہیں وہ تھامے ہوئے قلب و جگر
میں تو سمجھا تھا کہ میری آہ بے تاثیر ہے

اسے پریرو اُٹھ گئے دنیا سے قیس و کوہکن
کوہ و صحرا تیرے دیوانے کی اب جاگیر ہے

کیوں کریں مجھ سے نکیرین آکے مرقد میں سوال
جانتے ہیں یہ کہ حیدر عاشقِ شبیر ہے

حبیب جناب قاضی حبیب اللہ صاحب گلاوٹھوی

دل میں ہے تو سیدھی سادھی آپ کی تصویر ہے
کھنچ گئی تو پھر وہی چلتی ہوئی شمشیر ہے

دل ہے میرا آپ کے حسنِ نہاں کا پردہ دار
آنکھ میری آپ کی پھرتی ہوئی تصویر ہے

کوستے ہیں اُس کو صدہا بے گناہوں کے جگر
مجھ سے پہلے تیر اُن کا قابلِ تعزیر ہے

ہے اگر خاموش تو نقشہ ہے میرے ضبط کا
اور مچل اُٹھے تو تیری بولتی تصویر ہے

ضعف سے بھی ناخوشی ہے آہ سے بھی برہمی
ضعف کیوں اتنا بڑھا کیوں آہ بے تاثیر ہے

کیا کسی کی بے گناہی نے اسے دھمکا دیا
سہما سہما آپ کا کیوں خنجرِ تعزیر ہے

دی گئی کس جرم میں اس کو خموشی کی سزا
آپ کی تصویر کیوں صورت کشِ تعزیر ہے

تنگ ہے جانِ اجل بھی جانِ بسمل کی طرح
وقت سے پہلے یہ ضد ہے کس لیئے تاخیر ہے

جس کو دیکھا ہے سزا میں یا جزا میں مبتلا ‏— کیا تری دنیا الٰہی عالمِ تعزیر ہے
بے پیئے وہ جھوم جاتے ہیں کلیجہ تھام کر ‏— میری باتوں میں عجب کیفیتِ تاثیر ہے
آنکھ کہتی ہے کہ دیوانہ ہے اس کو چھوڑ دو ‏— زلف کہتی ہے کہ عاشق قابلِ تعزیر ہے
زلف کی الجھن ہیں اُن سے کیا اُلجھنا تھا اسے ‏— کس قدر کج فہم میری آہ کی تاثیر ہے
اب جلیبِ زار خود کرتا ہے اقرارِ خطا ‏— اُس کے ہاتھوں میں اُسی کا دامنِ تقصیر ہے

حافظ جناب حافظ خلیل الدین حسن صاحب وکیل و آنریری مجسٹریٹ پیلی بھیت

بزمِ خلوت چار آنکھیں دید و تقریر ہے ‏— اللہ اللہ دل کے آئینہ میں کیا تصویر ہے
دل کا کیا کہنا بڑا خوش بخت خوش تقدیر ہے ‏— آئینہ کا آئینہ تصویر کی تصویر ہے
تیرے دیوانے کے دست و پا و گردن کے لیئے ‏— ہتکڑی ہے بیڑیاں ہیں طوق ہے زنجیر ہے
خشک و تر میں تھی جو خشکی زاہدوں کو مل گئی ‏— جو تری تھی وہ گنہگاروں کی دامن گیر ہے
دل میں کہتا ہوں کسی تیرِ نظر کا ہو بھلا ‏— دل تو دل ہے نام کا دل وہ جو دل میں تیر ہے
جو مری تقدیر میں تدبیر ہے کرتا ہوں میں ‏— ان حسابوں جو مری تدبیر ہے تقدیر ہے
بےکسی تو دیکھیئے فریادی و فریاد کی ‏— خود جرس خود ہی مسافر نالۂ شبگیر ہے
وہ ترس کھاتے ہیں دل پر پھینک کر تیرِ نگاہ ‏— میں یہ کہتا ہوں کہ دل کس کا ہے کس کا تیر ہے
ہوش اُڑ جائیں اگر تصویر کا آئے خیال ‏— اُن کی تصویرِ خیالی وہ پری تصویر ہے
اے تصوّر تو نے کس کا نقشہ کھینچا ہے کہ آج ‏— خود بخود دل بول اُٹھا کیا بولتی تصویر ہے
دل یہ کہتا ہے اسی تصویر پر مرتا ہوں میں ‏— جان کہتی ہے کہ میری جان یہ تصویر ہے
اور تصویریں تو ہم گھر میں بھی رکھ سکتے نہیں ‏— دل میں رکھ لینے کی ہے جو آپ کی تصویر ہے
قصرِ دل ویران ہے سنسان ہے ہُو کا مقام ‏— جس میں سناٹا رہا کرتا ہے وہ تعمیر ہے

دل کے ٹکڑے کر کے آ بیٹھا ہے اِک تیرِ نگاہ
پھر جو میرے دل کا ٹکڑا ہے وہی اک تیر ہے

مہر انور نے تری پرچھائیں تک دیکھی نہیں
میں نہ مانونگا کہ وہ عکسی تری تصویر ہے

سب کو لے لینے دے حصہ مبدأ فیاض سے
یہ زمین شعر حافظ کیا تری جاگیر ہے

حامد جناب حامد حسین صاحب برادر سید اعظم علی صاحب جوی

سامنے اہلِ سخن کے کیا مری تحریر ہے
بے محل الفاظ ہیں اُلجھی ہوئی تقریر ہے

سلسلہ جس کا نہ ٹوٹے وہ کھلی تحریر ہے
ہمزباں محظوظ ہوں اچھی وہی تقریر ہے

اے ہوائے شوق اب کیوں چھیڑنے آئی مجھے
مدتوں سے خاک کوئے یار دامن گیر ہے

ہوں وہ مجنوں جسکو کافی ہے تری زلفِ سیاہ
طوق و زنجیرِ مُسلسل کی عبث تدبیر ہے

سینکڑوں گھایل ہوں جس سے ہے وہ ابروآپ کی
چھپکے جو نکلے نہ دل سے وہ مژہ کا تیر ہے

چھوڑ جائے یہ سیہ بختی مجھے ممکن نہیں
اُن کی زلفوں میں مری اُلجھی ہوئی تقدیر ہے

چھپکے ملتے ہیں عدو سے مجھ سے انکارِ وصال
بختِ وارُوں ہے مرا الٹی ہوئی تقدیر ہے

گرمیاں حسنِ بتاں کی اور دونی ہو گئیں
میری آہِ سرد بھی افسوس بے تاثیر ہے

شیخ کی پند و نصیحت کا بھلا کیا ہو اثر
دل کے آئینہ میں اُن کی قدرتی تصویر ہے

خانۂ زنداں ملا معشوق کو عاشق کے گھر
عشقِ یوسف اور زلیخا میں نئی تاثیر ہے

کیا عجب حامدؔ یہ ہو مہر و عنایت کی نظر
سید عادل کا جود و لطف عالمگیر ہے

حامد جناب حامد خاں صاحب اٹاوی

کیوں بھویں تنتی ہیں کیوں یہ ہاتھ میں شمشیر ہے
پہلے تم ثابت تو کر دو کیا مری تقصیر ہے

تیری فرقت میں ہی جینے کا ہے اِک آسرا
جس سے ہے تسکینِ دل وہ یہ تری تصویر ہے

کھینچ کے ملتی ہے کبھی یہ ملکے کھنچتی ہے کبھی
کچھ سوا مغرور تجھ سے یہ تری شمشیر ہے

وہ ہماری آہِ سوزاں کو نہ جانے بے اثر
وہ نہ جانے کوئی معمولی ہمارا تیر ہے

آگیا غش ہم کو کس کا روئے زیبا دیکھ کر
سامنے یہ کس سراپا ناز کی تصویر ہے

حضرتِ یوسف کو دیکھا تو زلیخا نے کہا
حُسن کہتے ہیں اسے یہ حسن کی تصویر ہے

بزم میں جب تک تھے اُن کو شوخیوں سے کام تھا
آئے ہیں خلوت میں وہ تو شرم دامن گیر ہے

کیا نکالیگا کوئی عیب اُس سراپا ناز میں
درحقیقت صنعتِ کامل کی وہ تصویر ہے

تیری باتیں سُن چکے ناصح مگر یہ تو بتا
راہ پر وہ آئیں ایسی بھی کوئی تدبیر ہے

وہ دمِ آخر جو آئے مجھکو ثابت ہو گیا
زندگی اک خواب تھی اور اُس کی یہ تعبیر ہے

عید کے دن ملکے حامد سے وہ یوں کہنے لگے
کیا مُبارک دن ہے کیا اچھی تری تقدیر ہے

حسن جناب سید محمد حسن صاحب شمس آبادی

چہرہ زیبا ہے مصحف اور خط تفسیر ہے
حق یہ ہے اللہ کی قدرت تری تصویر ہے

دیکھیے کس کس کی ان کے ہاتھ سے آئی قضا
بانکپن کی ہیں نگاہیں ہر ادا شمشیر ہے

نالۂ بلبل نہیں جو ہو نہ پھولوں کو خبر
عرش ہل جائے وہ اپنا نالۂ شبگیر ہے

دشت میں کس طرح جاؤں کوئے جاناں چھوڑ کر
پاؤں میں اُس گیسوئے پُر پیچ کی زنجیر ہے

دفن کرنا کوئے جاناں میں ہماری لاش کو
خاکِ راہِ یار بن جانا بڑی توقیر ہے

چلبلی صُورت نے اُس کی مرغِ بسمل کر دیا
دل کے آئینہ میں جس سفاک کی تصویر ہے

ابر لیتا ہے سیاہی قرضِ دُودِ آہ سے
نالۂ سوزاں سے میرے برق آتشگیر ہے

نازکی کا اُن کی آتا ہے مرے دل کو خیال
ورنہ کھنچ آئیں ابھی وہ آہ میں تاثیر ہے

پی چکا ہوں خم مگر شدت عطش کی ہے وہی
ساقیا اب وہ عنایت کر جو کچھ تقصیر ہے

بیخودی کچھ تو بتا دے کون ہے ناوک فگن
کس کے تیرِ ناز کا میرا جگر نخچیر ہے

قتل کرنے کو مجھے وہ آئے ہیں اس شان سے
ہاتھ میں خنجر زبان پر ذبح کی تکبیر ہے

بے خطا ناوک فگن دل پر نہ میرے تیر مار / تیری صورت دیکھنے میں آنکھ کی تقصیر ہے
اُن کے آنے میں نہیں کچھ دیر اے دردِ جگر / دل سے لب تک آہ کے آنے کی بس تاخیر ہے
روزِ فردا دیکھ لینا آنکھ سے اُن کو حسن / دل کے آئینہ میں جس محبوب کی تصویر ہے
سر میں عشقِ ساقیِ کوثر کا سودا ہے حسن / ساغرِ دل میں شرابِ اُلفتِ شبّیر ہے

حامل جناب عبد الحامد صاحب نبیری طالب علم درجہ چہارم
اِسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ

جذبِ اُلفت کی مرے شاید یہی تاثیر ہے / پوچھتے ہیں وہ کہ حامل آج کیوں دلگیر ہے
لفظ ناکامی کے آگے اور کیا تحریر ہے / یہ مری تقدیر بھی یارب کوئی تقدیر ہے
تیر ہے کیوں ہاتھ میں اُس شوخ کے شمشیر ہے / کیا مرے خوابِ پریشاں کی یہی تعبیر ہے
دل میں اب دیکھے مرجانے کی ہے اک آرزو / مشکل آساں کر الٰہی کس لیے تاخیر ہے
تُو نے جو صورت بنائی کلکِ صورت آفریں / حُسن کی گویا وہ جیتی جاگتی تصویر ہے
دل ازل سے لیکے آیا ہے جراثیمِ مرض / اِس کے باعث ہی وبائے عشق عالمگیر ہے
نفس کا بندہ ہوا انسان تو انساں نہیں / خواہشوں کو مارنا ہی اصل میں اکسیر ہے
کچھ تو ہونی چاہیئے اس ضبطِ غم کی انتہا / دیکھنا اب ہم ہیں یا یہ آسمانِ پیر ہے
کون کہتا ہے نہاں پردے میں ہے حسنِ ازل / ذرّہ ذرّہ سے عیاں اُس نور کی تنویر ہے
ڈر ہے کیا گر اُس صنم نے دل پہ قبضہ کرلیا / پہلے اِک بت خانہ تھا کعبہ جہاں تعمیر ہے
آئے مرقد پر وہ لیکن ہیں جلو میں غیر بھی / میرے مرجانے پہ بھی زندہ مری تقدیر ہے
دل دیا اور دل میں استعدادِ اُلفت تو نہ دی / پھر صنم تو نے بنائی میری کیا تقصیر ہے
وائے ناکامی کہ غیروں سے ہے یہ اپنا سوال / جس سے خوش ہو جائیں وہ ایسی کوئی تدبیر ہے
ہائے اس سوزِ دروں نے کر دیا دونوں کو خاک / اب نہ سینہ میں مرا دل ہے نہ تیرا تیر ہے

شیخ صاحب عقل ہی پر ہے بزرگی کا مدار — نوجواں حامد ہے لیکن عاشقوں کا پیر ہے

حبیب جناب ابو الآفاق صاحب ارناوی

چارہ گر اب ہنے دے بے فائدہ تدبیر ہے — دل کے زخموں کا بگڑ جانا بڑی تعبیر ہے

دل جلوں میں کیوں عداوت آسمانِ پیر ہے — خاک کر دینگے ابھی آہوں میں کچھ تاثیر ہے

جذبِ کامل کا اثر ہے عشق کی تاثیر ہے — نجد میں مجنوں کی جویا لیلیٔ دلگیر ہے

سر بکف میں بھی ترے قبضے میں بھی شمشیر ہے — کچھ نہیں کہتا کہ اب کیوں قتل میں تاخیر ہے

آئینہ ششدر عدو حیران میں چپ وہ خموش — انجمن کی انجمن سکتے کی اک تصویر ہے

صرف ناوک افگنی ہو کیوں ہے اب ترکش میں تیر — زخم کی لذت سے کچھ واقف دلِ نخچیر ہے

مٹ گئیں حسن و محبت کی کرشمہ سازیاں — اب نہ تیشہ ہے نہ تیشہ زن نہ جوئے شیر ہے

فصلِ گل آئے تو کیا بیٹھینگے وارستہ مزاج — اک تڑپ میں ٹکڑے ٹکڑے دیکھنا زنجیر ہے

بیٹھی جاتی ہے لحد بھی دل گرفتوں کی طرح — شاید اس میں دفن کوئی عاشقِ دلگیر ہے

نعشِ پروانہ لگن میں منظرِ عبرت فروز — داستانِ غم پرِ پروانہ کی تحریر ہے

بے تکلف لوٹتے ہیں اپنے جوبن کی بہار — آئینہ خانہ ہے خود ہیں روبرو تصویر ہے

یہ سمجھکر کھینچتا ہوں روئے جاناں کی شبیہ — مشغلے کا مشغلہ تصویر کی تصویر ہے

بے مثال اُس صانعِ بیچوں کی ہے صنعت گری — یار کی تمثال جیتی جاگتی تصویر ہے

دیکھتا ہوں جو اب ہیں ذراتِ دل کا انتشار — اور ہر ذرے میں گویا یار کی تصویر ہے

بزمِ عالم ایک عبرت کا مرقع ہے حبیب — جس کو دیکھا حسرت و اندوہ کی تصویر ہے

خاور جناب محمد خورشید علی خانصاحب فیروزآبادی

غم جاں فرقت میں جانِ عاشقِ دلگیر ہے — سانس کا چلنا بھی اک چلتی ہوئی شمشیر ہے

میں وہ دیوانہ ہوں جس کی ہر جگہ توقیر ہے ۔۔۔ پاؤں پڑتی ہے مرے زنداں میں جو زنجیر ہے

تیرے جلووں سے دلِ روشن میں یہ تنویر ہے ۔۔۔ آئینہ کا آئینہ تصویر کی تصویر ہے

خرمن جانِ حزیں پر تھرتھرا کر گر پڑی ۔۔۔ یہ تڑپتی کوندتی بجلی ہے یا شمشیر ہے

دل مرا کس کا نشانہ ہے تمھارے تیر کا ۔۔۔ دل میں کس کا تیر ہے میرے تمھارا تیر ہے

میں یہ کہتا ہوں مرا دل ہے تمھارے تیر میں ۔۔۔ وہ یہ کہتے ہیں ترے دل میں ہمارا تیر ہے

تیری ہر آئینہ میں تصویر ہے جلوہ نما ۔۔۔ تیرے ہر عکسِ حسن سے ہر آئینہ تصویر ہے

ہو چکا خونِ تمنا ہو چکا ضبطِ جنوں ۔۔۔ اب یہ دستِ شوق ہے اور دامن شمشیر

یار کی زلفِ مسلسل یاد آتی ہے مجھے ۔۔۔ باعثِ تسکینِ دل زنداں کی ہر زنجیر ہے

کیسے مکروگے مکر جائیں گے اور حشر میں ۔۔۔ چیر کر پہلو دکھا دونگا جو دل میں تیر ہے

ہر جگہ تو ہے پئے دیدار آنکھیں چاہئیں ۔۔۔ دیکھنے والے کو ہر صورت تری تصویر ہے

میرے دل سے پوچھئے جو ہر نگاہِ یار کے ۔۔۔ چل گئی تو تیر ہے جب کھنچ گئی شمشیر ہے

تشنہ کاموں کے لئے دو بوند پانی بھی بہتیر ۔۔۔ پانی پانی شرم سے قاتل تری شمشیر ہے

آرہی ہے لوٹ کر جو آسماں سے نامراد ۔۔۔ میری ہی شاید یہ خاود آہِ بے تاثیر ہے

دلیر وقار الشعرا یادگارِ داغ جناب سید امیر حسن صاحب مارہروی

تک رہا ہوں اُس کو جو جٹکی ہیں اُن کے تیر ہے ۔۔۔ ہو رہیگا کچھ نہ کچھ یا ور اگر تقدیر ہے

اے نگاہِ بوالہوس کیا موت دامنگیر ہے ۔۔۔ یہ تماشائے طلسم جوہرِ شمشیر ہے

عالم ہستی میں وہ شرمندۂ ہستی ہوں میں ۔۔۔ سامنے ہر وقت جس کے موت کی تصویر ہے

ہائے کس حسرت سے کہتا ہے یہ اک حسرت نصیب ۔۔۔ وہ بھی ہے کوئی کہ جس کی آہ میں تاثیر ہے

کوئی ساعت اور بھی دل لیں تڑپ لیں لوٹ لیں ۔۔۔ پرسشِ دردِ محبت میں بہت تاخیر ہے

عرضِ مطلب کا بھلا کیا خاک تجھ سے کام لیں ۔۔۔ اے زباں تیری بہت حسرت بھری تقریر ہے

دے نہ دشمن کو خدا اس کشمکش کی زندگی
دل میں ہے جوشِ جنوں اور پاؤں میں زنجیر ہے

اِک گریباں تھا وہ نذرِ دشتِ وحشت کر دیا
دوسرا ممکن نہیں یہ شرم دامن گیر ہے

اپنی حیرانی کا میں نے خود لگایا ہے سراغ
میں بتاتا ہوں یہ کل کے خواب کی تعبیر ہے

میری آنکھوں سے ذرا اپنی نظر کو دیکھئے
یہ نظر کی ہے نظر شمشیر کی شمشیر ہے

آنکھ دم بھر کو جو اک دلچسپ منظر سے ہٹی
دیکھتا کیا ہوں کہ میرے پاؤں میں زنجیر ہے

اے دلِ ایذا طلب اُن کی نگاہوں سے نہ چھیڑ
تو بھی کس درجہ حریصِ لذّتِ تعزیر ہے

لاکھ تدبیریں کرے کوئی تو کیا ہوگا دلا
حالتِ دردِ جگر ناقابلِ تدبیر ہے

دل جناب بابو دلارے صاحب مین پوری

تیرے دیوانے کی بھی تصویر اک تصویر ہے
سر کھلا ہے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی زنجیر ہے

نالۂ شبگیر ہر نالے سے بے تاثیر ہے
یہ ہوائے تیر سب تیروں سے ٹھنڈا تیر ہے

ہر گھڑی فرقت میں رہتا ہے تصوّر یار کا
ہر گھڑی آنکھوں کے آگے یار کی تصویر ہے

عشق میں ہم اِک سراپا لذتِ آزار ہیں
پاؤں میں کانٹے ہیں سر پر سایۂ شمشیر ہے

یہ تو مقتل ہے الٰہی یہ تو کچھ محشر نہیں
منھ چھپائے دامنِ قاتل میں کیوں شمشیر ہے

کیا اِسی میں کر دیا دیوانہ زلفِ یار نے
حلقۂ زنجیر میں کیوں حلقۂ زنجیر ہے

تیر اکیا کہنا ہے اے شوقِ جراحت واہ وا
میرے ہر زخمِ جگر کے منھ میں اک اک تیر ہے

عشق کے جو لطف ہیں وہ اُس کے دل سے پوچھئے
اپنی رسوائی کو جو سمجھے ہوئے توقیر ہے

دل کی آنکھوں میں ہے جلوہ حسنِ عالمگیر کا
دل کے دل میں ہے جمالِ یار کی تصویر ہے

ذاکر جناب شیخ ذاکر حسین صاحب رئیس اٹاوہ

کیا کماں ابرو کے تیرِ ناز کی تاثیر ہے
سب کے دل میں ہے کھٹک اور ایک نوکِ تیر ہے

حد بندیِ عناصر میں عجب تنویر ہے
چوکھٹا کیا چوکھٹا تصویر بھی تصویر ہے

حُسن ہیں خوبی میں یکتا نور کی تنویر ہے
دونوں عالم کا خلاصہ ایک ہی تصویر ہے

کیا عناصر کی سراپا خوبیِ تقدیر ہے
یہ ذرا سا چوکھٹا کتنی بڑی تصویر ہے

دل جگر محتاج ایک اک قطرۂ خوں کو غریب
اور پھر مہمان گھر میں آج نوکِ تیر ہے

کچھ تو پہلو کے قریں ہیں اور کچھ سینے کے پار
ہے کھٹک جس تیر کی دل میں کہاں وہ تیر ہے

خونِ ناحق سر پہ آخر چڑھ کے بولا حشر میں
سُرخی خونِ شہیداں بر سرِ شمشیر ہے

آرزوئیں مٹ گئیں حسرت نہ وہ دل بھی مٹا
پر خلش مٹتی نہیں اک تیر کی کیا تیر ہے

کشمکش میں پڑ گئی کیا جان تیرِ ناز کی
دل جگر میں رہ گئی پھنس کر جو نوک تیر ہے

قطرۂ خونِ تمنا اب تو نکلی آرزو
جو لگا رکھا تھا دل نے وہ بھی نذرِ تیر ہے

ہائے کیا اُلجھن ہوئی ذرّہ اک حیات و مرگ میں
کہہ دیا کس نے کہ آتے ہیں مگر تاخیر ہے

ذرّہ جناب سید امجد علی صاحب کانپوری

سر کو رکھ دیں زیرِ خنجر اب یہی تدبیر ہے
ہو شہادت یا نہ ہو آگے مری تقدیر ہے

دونوں عالم میں بپا اک شورِ محشر گیر ہے
مِل گئی شاید ترے دیوانے کی زنجیر ہے

کیا فریبندہ تری تصویر کی تاثیر ہے
یہ نہیں کھلتا کہ تو ہے یا تری تصویر ہے

تیرے مجرم کی ہے کھینچی اس طرح تصویر ہے
ہتکڑی ہے ہاتھ میں اور پاؤں میں زنجیر ہے

سیدھی نظروں سے ذرا اُن کا نشانہ پا گئے
جو کماں سے آئے ترچھا وہ بھی کوئی تیر ہے

ہے غبارِ کوچۂ دلدار میں کیسا کیا اثر
خاک میں ہے خاک اور اکسیر میں اکسیر ہے

اُس نے جب تلوار کھینچی پڑ گیا ابرو کا عکس
یہ تماشا دیکھئے شمشیر میں شمشیر ہے

اُلفتِ شیریں نے رکھا زندگی بھر تلخ کام
کیا خبر تھی کوہکن کو عشق ٹیڑھی کھیر ہے

ہو گئی کیا ہے کسی رُخ سے مری حیرت شبیہ
اب بہر صورت مری تصویر بھی تصویر ہے

پڑھ رہے ہیں اپنا اپنا نامۂ اعمال سب
حشر میں حیرت ہے ہم ہیں اور تری تصویر ہے

صفحۂ کونین میں دونوں کے دونوں فرد ہیں
تو تو تو ہی ہے تری تصویر بھی تصویر ہے

خامشی ہے بس ریاضِ دہر میں وجہ پناہ
اس کو کھٹکا کیا جو شکلِ بلبلِ تصویر ہے

ہیں مرقع سے ادا و ناز کے جوہر عیاں
چلبلا جیسا ہے تو ویسی تری تصویر ہے

رنگ و رخ وہ ہیں کہ ہوتا ہی نہیں ہے امتیاز
خود ترا پیکر ہے یا یہ پیکرِ تصویر ہے

کھنچ گئی ہے کچھ سوادِ چشم سر اس شکل سے
بولنے کی منتظر گویا تری تصویر ہے

شوخیوں سے اس کو بھی رہتا نہیں اک دم قرار
اے پری پیکر تری اڑتی ہوئی تصویر ہے

ہاتھ اٹھاؤ بھی محبت سے خدا کے واسطے
اب تو بس ذرہ ہی تدبیر میں تدبیر ہے

ذبیح جناب مولوی محمد اسمعیل صاحب ساکن چھپرامؤ ضلع فرخ آباد تلمیذ جناب داغ مرحوم

میں نہ ہوں تو میری خاک اب اُس کی دامنگیر ہے
میرے بالیں پر کوئی شرمندۂ تاثیر ہے

بے سبب مجھ پر کرم فرما نہیں وہ تیر ہے
پیچھے پیچھے اُس کے میری آہ کی تاثیر ہے

کس کے تیرِ ناز کا دم ساز یہ نخچیر ہے
ہر دہانِ زخم محوِ نعرۂ تکبیر ہے

روزِ عاشور اور نمازِ عصر کی تکبیر ہے
محو قد قامت فقط اک قامتِ شبیر ہے

کیوں غمِ دو زخ مسلمانوں کو دامنگیر ہے
شور جہنم کا جواب اک نعرۂ تکبیر ہے

اپنا اپنا دور ہے اے چرخ یہ دشتِ جنوں
قیس تھا جب قیس کا تھا اب مری جاگیر ہے

بے کمان وزہ کریں کیا خاک تیر انداز یاں
دل نہیں پہلو میں اپنے آہِ بے تاثیر ہے

حضرتِ دل تاؤ میں آکر الجھ پڑتا تھا سہل
اب نکلنا گیسوئے پرخم سے ٹیڑھی کھیر ہے

بختِ خفتہ خواب میں بھی دیکھنے دیتا نہیں
وصل کی صورت کہ اس کی واژگوں تعبیر ہے

تیرے ماتھے آرہا ہے خوں بہا فرہاد کا
تجھ کو شیریں انتظارِ جوئبارِ شیر ہے

چشمۂ حیواں سے خضر اُس کی نہیں بجھنے کی پیاس
جو ازل سے تشنۂ آبِ دمِ شمشیر ہے

عقل بولی دیکھ کر ترکیب جسمِ عنصری
سب سے بودی ہے جو دُنیا میں وہ یہ تعمیر ہے

برقِ خاطف سے نہیں کم میری آہِ صبح گاہ
شعلۂ جوّالہ میرا نالۂ شبگیر ہے

زاہدوں تم اور ہماری یہ صلوٰۃ العاشقین
اس کے سخت ارکان ہیں اسکی کڑی تکبیر ہے

مجھ کو تو مانع خیال اُن کی دل آزاری کا ہے
وہ سمجھتے ہیں کہ اس کی آہ بے تاثیر ہے

اپنی اپنی شان سے دونوں ہیں میرے دلستاں
آپ اگر گویا تو خاموش آپ کی تصویر ہے

واغظو پہلے قلم زد کردو پھر مجھ سے کہو
میرے ماتھے پر جو یہ تقدیر کی تحریر ہے

دوستوں بسم اللہ ان اللہ یفعل مایشاء
یہ ذبیح خنجرِ تسلیم کی تکبیر ہے

راضی جناب محمد راضی صاحب

دو کماں ابرو بھی ہیں اُن کی نگہ بھی تیر ہے
اے دلِ پیکاں طلب تیری بڑی تقدیر ہے

حور ہے تو یا پری یا نور کی تصویر ہے
تجھ سے آنکھوں میں ضیا دل تجھ سے پُر تنویر ہے

ہے مُسلم ہر کشودِ کار کی تدبیر ہے
پر حریف اُس کی بڑی واقع ہوئی تقدیر ہے

ان حسینوں کی طرف میلانِ خاطر ہی نہ ہو
ناصح مشفق بتائیں اس کی کیا تدبیر ہے

یار کی زلفِ سیہ کا بڑھ چلا ہے سلسلہ
مژدہ اے پائے جنوں اب تو ہے اور زنجیر ہے

زعفراں زارِ عاشقانِ زرد رُخ سے ہے گلی
اُن کے کوچہ پر گمانِ خطۂ کشمیر ہے

میں تو سمجھا تھا کہ یہ ہوگی مجھے عزت نصیب
میری بدبختی سے دشمن کے لئے تعزیر ہے

اپنے جانبازوں کے اس شوقِ شہادت کو تو دیکھ
پہلے خنجر کھینچنے سے نعرۂ تکبیر ہے

اُن کو ہمدم داستانِ غم سنانا ہے عبث
اُن کو از بر یاد میرے حال کی تفسیر ہے

نختہ کارانِ محبت میں نہیں میرا شمار
ہر قدم پر عقل اس منزل میں دامنگیر ہے

نالہ کیا وہ نالہ جو کمبخت کارآمد نہیں
آہ کیا وہ آہ جو کمبخت بے تاثیر ہے

ہستی موہوم کا ہی کارخانہ ہی جدا
کیا کہیں مرنے میں ہی تعجیل یا تاخیر ہی

زندگی نظارہ ہائے بے ثباتی میں کٹی
کچھ عجب لیل و نہارِ دہر کی تغئیر ہی

رنگ آمیزیِ قدرت سے ہی وابستہ خیال
میں ہوں ساکت مجھپہ طاری عالم تصویر ہی

بے خودی ایسی ہوئی راضی وہ جلوہ دیکھکر
مجھسے کوسوں دور اب تحریر ہی تقریر ہی

رضی جناب سید رضی حیدر صاحب طالب علم انٹر کالج اٹاوہ

کہئے کہئے قتل میں کیا اب مرے تاخیر ہی
یہ مری گردن جھکی یہ آپ کی شمشیر ہی

جذبۂ شوقِ محبت کی نئی تسخیر ہی
سینۂ بسمل میں دل ہی دل میں تیرا تیر ہی

اک طرف ہی موت سر پر اک طرف تیر ایام
کس کشاکش میں یہ تیرا عاشقِ دلگیر ہی

پھر وہی سامانِ وحشت پھر وہی جامہ دری
پھر بڑھا پائے جنوں پھر شوق دامن گیر ہی

میرے دل میں ہر گھڑی تیرا ہی جلوہ آشکار
میری آنکھوں میں تری چلتی ہوئی تصویر ہی

ہائے یہ شوقِ شہادت ہوگا پورا کس طرح
آبِ حیواں سے بجھی جب یار کی تصویر ہی

کس کو ہو کس کا بھروسہ کون سمجھے کس کو دوست
شمع پروانہ کی دشمن شمع کا گل گیر ہی

چشمِ حسرت نے نہ جانے اس سے کیا کچھ کہدیا
خود بخود مجھ سے کشیدہ یار کی تصویر ہی

کیوں خفا تم ہوگئے مجھ سے سوالِ وصل پر
یہ بھی کوئی بات ہی یہ بھی کوئی تقصیر ہی

نکلے مرقد سے گزرنا عاشقِ ناشاد کے
حسرتیں لپٹی ہوئی ہیں یاس دامن گیر ہی

چھیڑتے ہیں داغ دل کو ناخنِ شمشیر سے
مرحبا شوقِ شہادت کیا تری تقدیر ہی

تم پھرے کیا مجھ سے گویا اک زمانہ پھر گیا
تم بگڑ بیٹھے تو یہ بگڑی ہوئی تقدیر ہی

کیوں ہماری بے کسی پر اُن کو رحم آنے لگا
آہ بے تاثیر ہی بگڑی ہوئی تقدیر ہی

جنبشِ ابروئے جاناں کے میں صدقے اے رضی
واہ کیا کہنا یہ کیا چلتی ہوئی شمشیر ہی

رفیق محمد رفیق حسین صاحب اٹاوی

کیا خطا اس میں تری اے آسمانِ پیر ہے / عشق میں جب مجھ سے برگشتہ مری تقدیر ہے

رشک کے قابل اُسی آئینہ کی تقدیر ہے / اے دلِ بے تاب جس میں یار کی تصویر ہے

جان بلب اُمیدوارِ وعدۂ دیدار ہیں / اور آنے میں قیامت کے ابھی تاخیر ہے

اے اسیرانِ قفس ہاں اُڑ چلو لے کر قفس / اب ہوائے موسمِ گل آ کے دامنگیر ہے

اے عدو تجکو خوشی ہے اور مجھ کو غم تو کیا / وہ تری تقدیر ہے اور یہ مری تقدیر ہے

مجھپہ وہ کرتا ستم ظالم جو کرتے تھے تجھی / بگڑے اس کے کیوں کیئے یہ تو مری تصویر ہے

ہو گئے برباد آخر مل گئے ہم خاک میں / اس نے یہ بھی تو نہ پوچھا کس لیئے دلگیر ہے

اس کا جو مارا ہوا ہے وہ نہیں اب تک بچا / یہ تری ترچھی نظر کیا ہے ستمگر تیر ہے

میرے مدفن پر کہا اس نے کلیجہ تھام کر / اب یہاں تو چین سے اے عاشقِ دلگیر ہے

آج سناٹا ترے زنداں میں ہے چھایا ہوا / آج دیوانوں سے خالی خانۂ زنجیر ہے

ان سے ملنے کی کوئی صورت نکل سکتی نہیں / اے رفیقِ زار اب بے سود ہر تدبیر ہے

رفاقت جناب منشی رفاقت حسین صاحب اٹاوی

صبحِ محشر کیوں خیالِ زلف دامن گیر ہے / کیا مرے خوابِ پریشاں کی یہی تعبیر ہے

آپ کو میں سجدہ کرتا ہوں تو کچھ بیجا نہیں / مظہرِ شانِ حقیقت آپ کی تصویر ہے

تم بناؤ یا بگاڑو لکھنے والا لکھ چکا / اب تمہارے ہاتھ میں اچھی بری تقدیر ہے

کس کا دامن اُن کا دامن اور وفا میری فنا / خاک ہونے پر بھی میری خاک دامن گیر ہے

در پئے آزار اتنی بات پر کیوں ہو گیا / کیا محبت بھی کوئی اے آسمان تقصیر ہے

یہ بھی اک شانِ خدا ہے تم کہو اور ہم سنو / بخت بگڑا ہے مگر بگڑی ہوئی تقدیر ہے

کیا ازل سے عکسِ روئے یار دل پر پڑ گیا / کیوں تصور میں مرے ہر دم وہی تصویر ہے

کھل گیا رازِ مقدر اُن کے در پر رکھ کے سر
یہی قسمت کا لکھا یہ خطِ تقدیر ہے

کچھ نہ کچھ ہو جاتی ہیں باتیں ترے دیوانہ سے
میری تنہائی کی مونس پاؤں کی زنجیر ہے

ہوں وہ ناکامِ تمنا یہ نہ سمجھا آج تک
کس کو کہتے ہیں مقدر اور کیا تقدیر ہے

ہم اسیرانِ چمن کو لطفِ آزادی کہاں
صبح زندانِ بلا تارِ قفس زنجیر ہے

اے رفاقت کیوں نہیں کھلتا یہ کیا اسرار ہیں
کیا طلسم راز ہستی بھی خطِ تقدیر ہے

رعد جناب منشی حبیب لعل صاحب وکیل ہائی کورٹ و آنریری مجسٹریٹ ریاست گوالیار

یہ نہ سمجھیں آپ میری آہ بے تاثیر ہے
ایک دن کہنا پڑیگا بے خطا یہ تیر ہے

جذبِ دل کہتا ہے مجھ میں کچھ اگر تاثیر ہے
تو ابھی آتے ہیں وہ آنے میں کیا تاخیر ہے

کچھ نہیں آتا سمجھ میں کچھ نہیں ملتا پتہ
کیا ہیں یہ شمس و قمر کیا آسمانِ پیر ہے

ذرہ ذرہ طور ہے اہلِ بصیرت کے لیئے
ہوں اگر آنکھیں تو ہر شے میں وہی تنویر ہے

دل کے کر دیتی ہے ٹکڑے کس طرح ظالم نظر
دیکھتا ہوں تو نہ خنجر ہے نہ وہ شمشیر ہے

اِس رُخِ روشن کے آگے زرد پڑ کر رہ گیا
اب کہاں خورشید ہے خورشید کی تصویر ہے

دل میں جو رہ جائے چُبھ کر وہ نظر ہے کیا نظر
پار ہو سکتا نہیں جو تیر وہ کیا تیر ہے

ایک دن دیکھا تھا اُس نے تجکو اب تک ہے یہ حال
صورتِ آئینہ حیراں خود تری تصویر ہے

کیوں وہی ہوگا جو اُس نے لکھدیا ہے آپ کو
غیر کی تحریر کیا کوئی خطِ تقدیر ہے

دیکھ کر مجھ کو چھپایا آپ نے مٹھی میں کیا
ہو نہ ہو دل ہے مرا یا غیر کی تحریر ہے

جب وہ آتے ہیں تو میں رہتا نہیں ہے آپ میں
مل نہیں سکتا کبھی کیا خوبیٔ تقدیر ہے

میرے مونس میرے ہمدم اُس بتِ بیرحم سے
حال میرا کہہ تو دیں آگے مری تقدیر ہے

کھنچ گیا پہلو سے دل میں ہو گیا بے اختیار
اللہ اللہ کیا نگاہِ ناز کی تاثیر ہے

مائلِ سجدہ مرا دل بھی ہے آنکھیں بھی مری | دل میں تو ہے اور آنکھوں میں تری تصویر ہے
اور ہمدم کون ہے اسے دعا میرا ہجر میں | اک خیالِ یار ہے یا نالۂ شبگیر ہے

رسا جناب منشی محمد عزیز اللہ صاحب ساکن مہابن ضلع متھرا

میری کیا توقیر ہے جو غیر کی توقیر ہے
اُس کی کیا تقدیر ہے اور میری کیا تقدیر ہے

نارسا تھا جس آہ پر وہ آہ بے تاثیر ہے
تیر سمجھے تھے جسے ہم وہ ہوائی تیر ہے

ناوکِ بیداد پر فتراک دلِ نخچیر ہے
او ستمگر تیرے ترکش میں بھی کوئی تیر ہے

بے سبب آزردہ مجھ سے وہ بتِ بے پیر ہے
صاف کھلتا بھی نہیں ہے کیا مری تقصیر ہے

کوئی دامنگیر ہے کوئی گریباں گیر ہے
اے سگانِ کوئے جاناں کیا مری تقصیر ہے

یہ گلا ہے اور یہ سینہ ہے یہ شمشیر ہے
قتل وہ کرتے نہیں اب کیا مری تقصیر ہے

طوق گردن میں پڑا ہے پاؤں میں زنجیر ہے
اے جنونِ فتنہ ساماں کیا مری تقصیر ہے

سبزۂ خط کی نمو ہے پھول سی عارض پہ یار
مصحفِ رخ کی خطِ گلزار میں تفسیر ہے

آپ کیوں روٹھے ہوئے بیٹھے ہیں اتنی بات پر
گر نہیں بھی ہے تو میں کہدوں مری تقصیر ہے

کب اثر ہوگا کسی ظالم پہ اُس کی آہ کا
جس کا دل ٹوٹا ہوا پھوٹی ہوئی تقدیر ہے

جھوٹے وعدہ سے ارے وعدہ شکن دل کو نہ توڑ
دیکھ اس شیشے میں او ظالم تری تصویر ہے

قتل میرا دستِ نازک سے جو ہو سکتا نہیں
مسکرا کر دیکھ لو یہ بھی تو اک تدبیر ہے

بعد مرنے کے جو دیکھی قبر تو آنکھیں کھلیں
خواب ہستی دینائے دول اور اُسکی یہ تعبیر ہے

ذبح جب کرنے کو بیٹھے تھے کہاں یہ حجاب تھا
نعش پر آتے ہوئے اب شرم دامنگیر ہے

قتل چُن چُن کے کیا تم نے بہت اچھا کیا
مجرم جرمِ محبت کی یہی تعزیر ہے

میرے جی سے پوچھ اُن نیچی نگاہوں کی بہار
دل کے سو ٹکڑے ہیں ہر ٹکڑے میں اک اک تیر ہے

تر لبِ سوفار ہے خوں سے مشبک ہے جگر
ہائے یہ کس کا کلیجہ ہے یہ کس کا تیر ہے

اپنے بختِ نارسا کا اے رسا رونا ہے کیا
تیری او کم بخت کچھ تقدیر میں تقدیر ہے

سائل جناب نواب سراج الدین صاحب دہلوی شمس الشعرا

یادگار جناب داغ مرحوم

کون سمجھے گا کہ یہ ناوک ہی یہ نخچیر ہی
میرے پہلو میں ہی دل ترکش میں تیرے تیر ہی

ہیئتِ ناوک زنی و جذب کی تاثیر ہی
تیر ہی چٹکی میں اُن کی دل میں نوکِ تیر ہی

زندۂ جاوید کردے اس کو جس پر چل پڑے
آب دارِ چشمۂ حیواں تری شمشیر ہی

دیکھ تو تیرے تصور کی نہیں کیا یہ دلیل
آنکھ میں پتلی ہی میرے یا تری تصویر ہی

چشمِ ظاہر بین و باطن بیں کی دنیا ہی نئی
دیدہ وا ہی تیرگی ہی بند ہی تنویر ہی

در پہ میخانے کے آبِ زر سے ہی لکھا ہوا
مستحقِ رحمتِ غفار یہ تعمیر ہی

ذبح کرتا ہی تو کر با شوق اے کافر مگر
شرط ہی کلمے کی کلمہ کلمۂ تکبیر ہی

رشکِ دشمن ہو الٰہی قابلِ تعزیر جرم
آج سنتا ہوں کہ قتل واجب التعزیر ہی

دیر تک مدفن پہ رو رو گریہ فرماتے رہے
زندگی میں ہاتھ تھے اب خاک دامنگیر ہی

دوسرا رُخ آپ کی تصویر کا ہوا در کیا
دل کا جو رُخ دیکھئے گا آپ کی تصویر ہی

جب نہیں اُٹھتے وفورِ ضعف سے دستِ دعا
غیر مشکور اہتمامِ آہِ بے تاثیر ہی

شوقِ دل ثابت ہی اس سے باکمالِ تیر زن
تیر کے اوپر ہی دل یا دل کے اندر تیر ہی

شیخ کے رتبہ شناس اہلِ حرم ہی کچھ نہیں
یہ وہاں منبر نشیں ہی میکدے کا پیر ہی

زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں مگر
دل فروشی کی ہوس دنیا میں دامنگیر ہی

آب و رنگِ عارضی پر اس قدر ناز و غرور
آپ سے بھی خوشنما آپ کی تصویر ہی

کر رکھا ہی فطرتِ انساں نے انساں کو اسیر
یہ نظامِ جسم کی رگ رگ ہی کیا زنجیر ہی

کیوں کسی کے آگے سائل کا بڑھے دستِ سوال
سیر حاصل جب قناعت کی بڑی جاگیر ہی

ساغرؔ جناب محمد یار خاں صاحب شاگرد جناب سیمابؔ اکبر آبادی

حشر کے دن عاشقوں کی بھیڑ دامن گیر ہی
او فریبی! اب مُکر جانے کی کیا تدبیر ہی

مشتعل سوزِ دروں سے پاؤں کی زنجیر ہی
کوندتی بجلی مری زنجیر کی تصویر ہی

کس قدر مجروح مقتل میں مری تقدیر ہی
حلق پر شمشیر ہی - سینے میں نوکِ تیر ہی

عرصۂ محشر میں حاضر وحشیِ دلگیر ہی
دل میں ہی تیرا تصور ہاتھ میں شمشیر ہی

لذت آگیں کس قدر قاتل تری تعزیر ہی
ہر گنہگارِ وفا کو نازشِ تقصیر ہی

موت آجانا فراقِ یار میں تقدیر ہی
چارہ گر بے فائدہ شرمندۂ تدبیر ہی

ہمتِ دل فتح ہو سکتی ہی ساری کائنات
ہاں مگر اک حسن ہی جو ناقابلِ تسخیر ہی

دل میں تو ہی جلوہ گر اب دل کی نیرنگی نہ پوچھ
آئینہ کا آئینہ تصویر کی تصویر ہی

کہکشاں کہتے ہیں جس کو شب نشینانِ فراق
یہ بھی میری آہ کا پھینکا ہوا اک تیر ہی

موت میری بیخودی کا اک مرقع ہی خموش
قبر میری خلوتِ تاریک کی تصویر ہی

کس قدر ویراں اثر تھی فطرتِ فرہاد و قیس
ٹکڑے ٹکڑے آج تک پیراہنِ تصویر ہی

موت کی نیند آئے گی فرقت کی بیہوشی کے بعد
میرے خوابِ آرزو کی خواب ہی تعبیر ہی

کچھ کلی کی خامشی - کچھ پھول کی رعنائیاں
کچھ مری حیرانیاں - باقی تری تصویر ہی

توڑ کر دل جب چلی اُن کی نگاہِ اولیں
حسن چلّایا محبت کا یہ پہلا تیر ہی

اُن سے کہہ دو شامِ غم سوئیں نہ سر کھولے ہوئے
زلف ہی شب رنگ اور نالہ مرا شب گیر ہی

ہو گئی یہ کہکے شیریں غرق جوئے شیر میں
تیری لہروں میں مرے فرہاد کی تصویر ہی

یہ کشیدہ دامنی اُس پر یہ قامت کی کشش
آپ کا کھنچنا بھی اک کھنچتی ہوئی تصویر ہی

ہی عجب اک چیز ساغرؔ کیف گاہِ میکدہ
مے پرستوں کو یہاں کی خاک بھی اکسیر ہی

شمیم - جناب بابو سیّد نواب حسن صاحب خلف الرشید جناب فدائے نیازی

میری پیشانی میں روشن آپ کی تنویر ہے
آئینہ کا آئینہ تقدیر کی تقدیر ہے

شوقِ زنداں پھر دلِ وحشی کو دامن گیر ہے
پھر مری آنکھوں میں اک زنجیر کی تصویر ہے

اللہ اللہ ! اب تو مجھ میں آپ آتے ہیں نظر
قدِ آدم آئینہ میں آپ کی تصویر ہے

داد دے دے کر ہوا کرتی ہیں تیر اندازیاں
وہ جگر سے پوچھ لیتے ہیں یہ کیسا تیر ہے

اے نگاہِ ناز تجھ سے کتنے گھر آباد ہیں
درد سینہ میں خلش دل میں جگر میں تیر ہے

پھر رہا ہے اُن کے کوچے میں جو گھبرایا ہوا
وہ ہمارا بھولا بھٹکا نالۂ شب گیر ہے

مٹتے ہیں یوں مٹنے والے اس کو کہتے ہیں فنا
میری صورت اُن کی جیتی جاگتی تصویر ہے

پھر کیا مشکور زخموں کو خدنگِ ناز نے
پھر مرا دل آپ کا منت کشِ تعزیر ہے

دل ہلا دے چرخ کا فریاد جب فریاد ہے
وہ کلیجہ تھام لیں تاثیر جب تاثیر ہے

کیا چمک اُٹھا الٰہی کنجِ فرقت میں مری
صبحِ محشر کا اوجالا یا مری تقدیر ہے

وہ عدو کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں مجھے
یہ نئی طرزِ ستم ہے یہ نئی تکبیر ہے

چلتی پھرتی آپ کی صورت ہے آنکھوں میں مرے
میرے دل میں آپ کی مونھ بولتی تصویر ہے

حیرتی کس نے بنایا آپ کی تصویر نے
کس کی ہے تصویر دل میں آپ کی تصویر ہے

خونِ دل پی پی گئے اب یہ بھی مرا دل ہو گیا
کون کہدے گا اسے یہ دل نہیں ہے تیر ہے

دیکھکر صورت کسی کی مست و بیخود ہے شمیمؔ
محوِ حیرت بن رہا ہے صورتِ تصویر ہے

شیدا - جناب شیخ غفور بخش صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ انجمن ہدایت الاسلام اٹاوہ

تجھ سے ملنے کی ستمگر کون سی تدبیر ہے
بے وفا تو ہے مری فریاد بے تاثیر ہے

اس کی چشمِ ناز میں سرمہ کی اب تحریر ہی — خیر ہو یا رب کہ دستِ مست میں شمشیر ہی
تو نہ آیا موت میری آگئی اے بے وفا — آنے والے کس قیامت کی تری تاخیر ہی
اِک قدم ہی ایک منزل مجکو راہِ عشق میں — ضعف کے اِس زور پر بھی شوق دامنگیر ہی
لے تو چل اُس بُت کے کوچے تک مجھے تو ای ترو چل — آگے پھر اے ناصحِ مشفق مری تقدیر ہی
اُس طرف ہی ضبط کی تاکید رازافشا نہ ہو — اس طرف قابو سے باہر نالۂ شبگیر ہی
کس طرح اُن سے نبھائیں کس طرح چاہیں اُنھیں — جن کی نظروں میں وفا بھی اک بڑی تقصیر ہی
رہ نہیں سکتا سلامت ایک بھی اب آسماں — یہ نہ جانے کوئی میری آہ بے تاثیر ہی
باندھ لینے دے نشانہ اے دلِ مضطر ٹھہر — ہاتھ میں اُن کے کماں چُٹکی میں اُن کی تیر ہی
کیا غضب ہی دے رہی ہی زندگی مجکو جواب — اور اُن کے خط کے آنے میں ابھی تاخیر ہی
بزم میں اے شمع کیوں آنسو ترے تھمتے نہیں — کیا کسی کا سوزِ پنہاں تیرا دامن گیر ہی
ایک زمانہ میرا دشمن ایک دنیا تیری دوست — عشق کی قسمت یہ ہی وہ حسن کی تقدیر ہی
ساری دنیا کے ہیں دل اور ایک تیری آرزو — سارے عالم کی ہیں نظریں اک تری تصویر ہی
دِل سے یہ نکلا تو دم بھی ساتھ نکلے گا ضرور — تیرا تیرِ ناز جانِ عاشقِ دل گیر ہی
او ستمگر تو کرے گا بند کس کس کی زباں — ترجمانِ خونِ ناحق خود تری شمشیر ہی
دیکھکر مرتے ہیں جن کو وہ ادائیں ہیں تری — دیکھکر جیتے ہیں جس کو وہ تری تصویر ہی
ایک وہ ہیں انبساطِ قلب حاصل ہی جنھیں — ایک شکیلؔ کا مقدر ہی کہ یہ دل گیر ہی

شکیل - جناب سید شمیم احمد صاحب شاگرد جناب نقی ہنوری

رحم عاشق پر یہ تیرا اے بتِ بے پیر ہی — نزع کی حالت ہی میری اور تری تاخیر ہی
ہو گیا مشکل مجھے وصلِ بتِ بے پیر ہی — ہجر میں تقدیر سے بگڑی ہوئی تدبیر ہی
مرغِ دل حاضر ہی میرا شوق سے کھیلو شکار — ہی کماں ابرو تمھارا اور مژگاں تیر ہی

اگر فغاں دن کو کروں ہیں ایک محشر ہو بپا
خلق کو سونے نہ دوں وہ نالۂ شب گیر ہی

جو ہیں نازیبا وہی باتیں سناتے ہیں مجھے
دیکھئے تو حضرتِ ناصح کی کیا تقریر ہی

ابروے پُرخم کی اُس قاتل کے کیا لکھوں صفت
رشکِ محرابِ حرم ہی غیرتِ شمشیر ہی

دیکھ بھی میں نے لیا تم کو تو کیا بے جا کیا
کیوں خفا ہوتے ہو اس میں کیا مری تقصیر ہی

مجکو اُٹھنے دو کروں باتوں سے ہنسکر سرخرو
میری بالیں پر کوئی شرمندۂ تاخیر ہی

قاصدا پڑھنے میں تو آتا نہیں ہی اک حرف
نامۂ محبوب بھی کوئی خطِ تقدیر ہی

محفلِ خوباں میں کیا جائے شکیلِ بدشعار
سامنے اغیار کے اس کی کہاں توقیر ہی

شمس - جناب منشی شمس الحسن صاحب مجرے سید ظل حسن صاحب مختار پٹن پوری

حسن پر اپنے اگر نازاں بتِ بے پیر ہی
دل ہلا دے گی وہ میری آہِ پُرتاثیر ہی

میرے دل پر خاک ہو زاہد کے کہنے کا اثر
میری گھٹّی میں پڑا عشقِ بتِ بے پیر ہی

زلفِ دلبر پر تصدّق روے جاناں پر نثار
رات دن دل سے یہ قولِ عاشقِ دلگیر ہی

شکر ہی مرقد پہ میرے اس نے غیروں سے کہا
فاتحہ پڑھ لوں مزارِ عاشقِ دلگیر ہی

وہ بھی راتوں کو کہا کرتے ہیں ہو کر بے قرار
اس قدر پُرجوش کس کا نالۂ شبگیر ہی

تاب کیا حدِ مقابل ہوں حسینانِ جہاں
تیرا چہرہ او ستمگر چاند سی تصویر ہی

اے فلک تو کیوں نہیں گرتا ہی مجھ پر ٹوٹ کر
اُن کے لطفِ ناز کا غیروں کی جانب تیر ہی

کیا کسی دستِ حنائی پر پڑی تیری نظر
اے فلک یہ کیوں شفق میں شوخیِ تحریر ہی

آفتابِ حشر کی گرمی سے پائے گا نجات
شمس تیرا پیشوا جب شاہِ خیبر گیر ہی

شوق - جناب جنگ بہادر صاحب لکھنوی حال پیشکار نہر مین پوری

صید کی خاطر کیا سیدھا جو تونے تیر ہی
ہم نے بھی فتراک میں دل کو کیا نخچیر ہی

عشق کی گرمی نے آخر کر دیا خونِ دماغ
موسمِ سرما میں اکثر پھوٹتی نکسیر ہے

چاہ میں تیری مجھے سونے کے کنگن مل گئے
پاؤں میں بیڑی پڑی ہے ہاتھ میں زنجیر ہے

لاکھ چاہا عاشقوں نے اس کو قابو میں کریں
تابع فرماں ہے میرا یہ مری تقدیر ہے

آنکھ اب اُٹھتی نہیں ہے۔ ہے سرِ تسلیم خم
میری بالیں پر کوئی شرمندۂ تاخیر ہے

گفتگو میں اُس کی دیکھا گلفشانی کا سماں
اور خاموشی تو گویا بولتی تصویر ہے

دوسرے کی آنکھ کا تنکا کھٹکتا ہے تمھیں
دیکھتے اس کو نہیں اپنی میں جو شہتیر ہے

میرے گھر آنے کو کہتے ہیں کہ جائیں کس طرح
پاؤں میں مہندی لگی ہے شرم دامن گیر ہے

رات دن بیٹھا جو دیکھا مجھکو کوچے میں کہا
اس طرح بیٹھے ہیں گویا آپ کی جاگیر ہے

دل دکھانے کی ہے عادت بے سبب بھی کیوں خفیف
آپ کہتے ہیں نہیں تو قابلِ تعزیر ہے

میں نہیں ملتا تو کہتے ہیں بڑا مغرور ہے
اس کو قابو میں کر دو یہ قابلِ تسخیر ہے

پھیر دو خنجر خدا کا نام لے کر شوق سے
ہم شہیدوں کے لئے کیا حاجتِ تکبیر ہے

شمس - جناب مرتضیٰ خاں صاحب مدرس مدرسہ اورنگ آباد - اٹاوہ

آنکھ میں آنسو ہیں لب پر نالۂ شب گیر ہے
کوئی فرقت میں سراپا غم کی اِک تصویر ہے

آپ بھی ہیں میں بھی ہوں مقتل بھی ہے شمشیر ہے
کہئے کہئے قتل میں اب کیوں مرے تاخیر ہے

اپنی ہستی پر ہے یہ اللہ کو بھولا ہوا
آدمی کیا ہے خیالی نقش یا تصویر ہے

ایک پر وہ مہرباں ہیں ایک پر نا مہرباں
اِک مری تقدیر ہے اک غیر کی تقدیر ہے

وصل میرا ہے انھیں منظور۔ اے قاصد غلط
میں نہ مانوں گا یہ اُن کے ہاتھ کی تحریر ہے

لکھدیا جو کاتبِ تقدیر نے بس لکھدیا
مٹ نہیں سکتی مٹانے سے یہ وہ تحریر ہے

وہ ستم سے باز کیوں آئیں وہ کیوں چھوڑیں ستم
جانتے ہیں وہ کہ میری آہ بے تاثیر ہے

مہرباں ہو کر بلالیں وہ جو اپنی بزم میں
ایسی قسمت ہے کہاں ایسی کہاں تقدیر ہے

سر وہی سر ہی کہ جس سر میں ہو سودائے جنوں / دل وہی دل ہو کہ جس دل میں تری تصویر ہو

دل دیا ہی آپ کو ہاں دل دیا ہی آپ کو / ہاں یہی میری خطا ہی ہاں یہی تقصیر ہی

راز افشا ہو نہیں سکتا ترا پردہ نشیں / دل مرا سینہ میں ہی دل میں تری تصویر ہی

مژدہ باد امیدواران شہادت مژدہ باد / امتحاں کو اس کے دست ناز میں شمشیر ہی

مل کے کھنچنا یار کا ہی مجکو پیغام قضا / کھنچ کے ملنا یار کا میرے لئے شمشیر ہی

شمس کو برسوں وہ صبح و شام پڑتا لا کئے / آئے بھی وعدے کی شب تو شرم دامنگیر ہی

شاد - جناب منشی تربینی سرن صاحب وکیل مین پوری

اللہ اللہ کیا عروج عاشق دلگیر ہی / خود زمیں پر ہی فلک پر نالۂ شبگیر ہی

اُن سے ملنے کی یہ گھر بیٹھے نئی تدبیر ہی / دل لگی کی دل لگی تصویر کی تصویر ہی

یوں تو ہر تدبیر کرنے کے لئے تدبیر ہی / وہ بھی کیا تدبیر جو وابستۂ تقدیر ہی

تھا ابھی دل میں ستمگر اب جگر میں تیر ہی / دست قاتل میں ہماری گردش تقدیر ہی

شان رحمت تک رہی ہی منہ مری تقصیر کا / اب نہ ہو تقصیر تو سب سے بڑی تقصیر ہی

ابتدائے عشق ہی اے دل خوشی اچھی نہیں / اور بڑھتی جائیں گی کڑیاں یہ وہ زنجیر ہی

خود جو دل کو کھینچ لیتی ہی وہ صورت ہی تری / خود جو کھنچ جاتی ہی دل میں وہ تری تصویر ہی

کس مپرسی، نامرادی، بے سروسامانیاں / وحشیوں کی بھی خدا رکھے بڑی جاگیر ہی

ہر ادا ہر وار پر دل اور بڑھتا ہی مرا / واہ کیا تیر افگنی ہی کیا نرالا تیر ہی

زلف کے پھندوں میں آخر آکے تو بھی پھنس گئی / ہم نہ کہتے تھے صبا یہ خانۂ زنجیر ہی

کس سے آنکھیں لڑ گئیں کس سے نگاہیں لڑ گئیں / آج کیوں جامہ سے باہر آپ کی تصویر ہی

کچھ تو ہی جو تیری دام زلف کے پابند ہیں / ورنہ دیوانوں کو یہ زنجیر کیا زنجیر ہی

خاک ہی سے ابتدا ہی خاک ہی پر انتہا / خاک میں مل جائے گی جو خاک کی تصویر ہی

آئے وحدت سے جو کثرت میں تو ایسے چھا گئے
جس طرف دیکھا نیا نقشہ نئی تصویر ہی

ہم نے اپنی نیستی ہستی سے پہلے دیکھ لی
خواب سے آگے ہمارے خواب کی تعبیر ہی

بے خودی میں آپ ہیں گویا مجسم سامنے
ہوش آتا ہی تو پھر تصویر ہی تصویر ہی

بے ثباتی ہی نمونہ شاد کی تصویر کا
بے ثباتی کا نمونہ شاد کی تصویر ہی

شوق - جناب ظہور احمد صاحب اٹاوی

یوں تو تسکین بخش قاصدان کی کچھ تحریر ہی
وہ چلے آئیں تو ہیں جانوں بڑی تقدیر ہی

اے ستمگر کیوں خفا ہی کس لئے تعزیر ہی
آخر اتنا تو بتا دے کیا مری تقصیر ہی

عالم حیرت میں ہوں چھائی ہوئی ہی بے خودی
جب سے ظالم جانشیں دل میں تری تصویر ہی

رنگ لائے اور پھر لائے یہ محشر میں ضرور
دیکھ اے قاتل یہ خونِ عاشقِ دلگیر ہی

بن سنور کر آؤ تو مقتل میں جب جوہر کھلیں
کس قدر دم خم کی دیکھیں آپ کی شمشیر ہی

کچھ نہ پوچھو مجھسے حالت اس دلِ صد چاک کی
کشتۂ غم ہی سراپا درد کی تصویر ہی

کیا ہی انصاف ہی کچھ تو خدا لگتی کہو
میرے سر الزام ہی اور غیر کی تقصیر ہی

گردنِ عشاق پر چل پھر کے آخر دم لیا
خون میں ڈوبی ہوئی اُس شوخ کی شمشیر ہی

رہنے والے دارِ فانی کے ذرا آنکھیں تو کھول
کوس رحلت کی صدا یہ نعرۂ تکبیر ہی

پار لگ جاتی ہی دم میں کشتیِ عمرِ رواں
واہ وا کس گھاٹ کی قاتل تری شمشیر ہی

پاس تیرے شوق کے لے دے کے تھی اک جانِ زار
وہ بھی قرباں آج تجھ پر اے بتِ بے پیر ہی

صادق - جناب بابو بہاری چرن صاحب سکسینہ وکیل مین پوری

ضعف سے ابتر یہ حالِ عاشقِ دلگیر ہی
یہ نہیں احساس کیا ہی اور کہاں تاثیر ہی

کیا سوالِ وصل میرا اُس کا دامن گیر ہی
آج شرمائی ہوئی کیوں آپ کی تصویر ہی

کیا یہ ناوک کیا یہ تسکینِ دلِ نخچیر ہے
آپ کی خاطر سے کہیئے ہم بھی کہدیں تیر ہے

آپ کا نقشہ نگاہوں میں کچھ ایسا کھنچ گیا
جس طرف بھی دیکھتا ہوں آپکی تصویر ہے

ہے یہی برگشتہ بختی کا مآلِ مختصر
جو میری بگڑی ہوئی تدبیر ہے تقدیر ہے

زندگی میں مجھ سے بچتے پر بہت مغرور تھے
اس سے اب بچیے یہ میری خاکِ دامنگیر ہے

شہ رگِ بسمل سے یارب کیا نکلتی ہے صدا
خونِ ناحق کی وصیت یا کوئی تکبیر ہے

قیدیٔ گیسو کی بھی اللہ رے پابندیاں
ہر گھڑی زنداں ہے اس کو ہر گھڑی زنجیر ہے

آپ کی تصویر کا نقشہ مری حیرانیاں
میری حیرانی کا نقشہ آپ کی تصویر ہے

دردِ امیدِ شکستہ اُس کے دل سے پوچھیے
جس کا دل ٹوٹا ہوا پھوٹی ہوئی تقدیر ہے

واہ رے جذبِ جراحت ایک دونوں ہو گئے
اب نہیں پہچان دل ہے یا تمہارا تیر ہے

دیکھ چرخِ پیر چشمِ ناز کی گردش کو دیکھ
جس کی گردش میں ہماری گردشِ تقدیر ہے

اک اشارے میں پرائے گھر کا مالک ہو گیا
کیا کلیجہ تیر کا ہے کس بلا کا تیر ہے

آپ کی تصویر کیا ہے ایک عالم نور کا
عالمِ تصویر کیا ہے آپ کی تصویر ہے

دلگداری کا بُرا ہو پھوٹ اُس نے ڈالدی
خود جدا زنجیر سے ہر حلقۂ زنجیر ہے

ایک خاموشی پہ اس کی اور اتنی برہمی
آپ پھر بھی آپ ہیں تصویر پھر تصویر ہے

کس کا غم صادق کہ اب تو حشر اپنے ہاتھ ہے
سایۂ دامانِ رحمت میں مری تقصیر ہے

صدیق جناب منشی صدیق علی صاحب رئیس قصبہ گلاوٹھی

کس لیے قاصد میرا مضمون بے تاثیر ہے
کیا مری تقدیر کا لکھا مری تحریر ہے

لُٹنے والا کیا کہے کس جذب کی تاثیر ہے
آپکی تصویر میں ایک اور بھی تصویر ہے

یہ سہانی صبح یہ فرحت یہ گلشن یہ بہار
تیرے آنے میں صبا یہ کس لیے تاخیر ہے

دیکھ کر جو کہٹ یہ کہتے ہیں میرا نقشِ جبیں
ہے بڑا تقدیر والا جس کی یہ تقدیر ہے

اللہ اللہ موت کو بھی اب تو یہ دن لگ گئے
جان دینا بھی فراقِ یار میں تقصیر ہے

خاکِ بسمل جورِ قاتل سے نئے پائے مرتبے
ایک دامن گیر ہے اور ایک عالمگیر ہے

ایک خیالِ زلف میں دل ہے گرفتارِ بلا
دوسرا زنداں ہے یہ یہ دوسری زنجیر ہے

ذرّے اُڑ اُڑ کر ہوا میں وہ خزانے بن گئے
جلنے والوں کی تمہاری خاک بھی اکسیر ہے

مٹ گیا ہیں اور نہ چھوٹا اُن کا دامانِ خیال
خاک ہونے پر بھی میری خاک دامن گیر ہے

سچ کہو صدیق اب پہلو کی آبادی کا حال
دل جسے تم کہہ رہے تھے وہ فنائے تیر ہے

صابر جناب چودھری عبد الصبور صاحب مارہروی

میرے حالِ زار کی شہرت تو عالمگیر ہے
ان کے کانوں تک نہ پہنچے یہ مری تقدیر ہے

اور تو سب ہو چکیں یہ آخری تدبیر ہے
آج اے سفاک میں ہوں اور تری شمشیر ہے

پا شکستہ کر دیا آوارہ گردی نے مجھے
میری آزادی ہی میرے پاؤں کی زنجیر ہے

واہ کیا لذّت ملی ہے اس دلِ بیتاب کو
اے ستمگر اور بھی ترکش میں کوئی تیر ہے

ذرّہ ہائے کوئے جاناں نے کہا ہم سے یہ راز
خاک ہونا خاک میں ملنا یہی اکسیر ہے

دیکھنے والے ذرا پھر غور سے دیکھیں مجھے
یہ مری صورت نہیں ہے غم کی اک تصویر ہے

تنگ کر رکھا ہے اُنکو میرے ارمانوں نے آج
کوئی دامنگیر ہے کوئی گریباں گیر ہے

میرے جوشِ عشق کا دبنا کوئی آساں نہیں
یہ جوانی کی اُمنگ اے آسمان پیری ہے

کس توقع پر کریں ہم آرزوئے وصلِ یار
کچھ دعا میں ہے اثر کچھ آہ میں تاثیر ہے

یوں تو کہتا ہے بہت کچھ شمعِ محفل کو اگر
لب ہلائے کیا کہ خوفِ حملۂ گلگیر ہے

جانے والے یوں تڑپتا چھوڑ کر ہم کو نہ جا
تیر ہیں ترکش میں تیرے ہاتھ میں شمشیر ہے

اور کوئی ذکر کر اس چھیڑ سے کیا فائدہ
جو ہمارا حال ہے لے آہ بے تاثیر ہے

اس کے لیجانے میں تجھکو عذر کیا ہے نامہ بر
ایک خط ہے اور اس کے ساتھ اک تصویر ہے

دل ہلا دیتی ہے شب کو اُس کے نالوں کی صدا
یہ خدا معلوم کس کا عاشق دلگیر ہے

میں جو کرتا ہوں کبھی اپنی تباہی کا گلا
عشق کہتا ہے کہ یہ بھی خوبیِ تقدیر ہے

سخت جاں ہے تو اگر صابر تو اس کوچے میں چل
تیرے قاتل کی بڑی چلتی ہوئی شمشیر ہے

عطا جناب حاجی عطاء محمدؐ صاحب بدایونی

گوشۂ مرقد جو اپنا عالمِ تنویر ہے
یہ حبیبِ کبریا کے عشق کی تاثیر ہے

نالۂ مہجور احمد میں عجب تاثیر ہے
حاملانِ عرش میں جو بھی ہے گوشہ گیر ہے

کیا زمانے کی خطا کیا جرم کیا تقصیر ہے
ہم ہیں مہجورِ نبی یہ خوبیِ تقدیر ہے

عاشقِ مولا ہوں حاصل شانِ دارو گیر ہے
مجھکو دیکھو میری چشمِ قہر بھی شمشیر ہے

طور پر جائیں کہ طیبہ کو، پئے دیدارِ حق
وہ تلاشِ سابقہ تھی یہ نئی تدبیر ہے

دیدنی ہے دیدۂ مشتاق کا رُخ حشر میں
آئینہ کی شکل ہے یا صورتِ تصویر ہے

موسیٰ کوہِ طور تک پہونچے، محمدؐ عرش پر
منزلت انکی وہ تھی یہ آپ کی توقیر ہے

شیخ تم حوروں کے طالب ہو ہیں میرخواستگار
اوجِ رفعت پر تمہاری یا مری تقدیر ہے

کاتبِ اعمال سے پوچھے کوئی روزِ جزا
یہ نوشتہ ہے تمہارا یا مری تحریر ہے

ہر غلامِ مصطفےٰ آزاد غم سے پھر ہمیں
حشر کا کیا خوف ناحق فکرِ دارو گیر ہے

قلزمِ تکفیر کافر۔ نیرا ایمان خطم
ظلمتِ تدبیر وہ یہ رونقِ تدبیر ہے

بختِ اسکندر میں قطرہ آبِ حیواں کا نہ تھا
ہم کو دیکھو بحرِ رحمت داخلِ تقدیر ہے

دشمنوں کے حق میں ہر مجو نبی کا دیکھ
تیغ ہے نشتر ہے بھالا ہے سناں ہے تیر ہے

چشمِ بدبیں سے خدا محفوظ رکھے اے عطا
یہ قیامت کی نظر ہے یہ غضب کا تیر ہے

عبرت جناب سید ظفر حسن صاحب منشی فاضل ہیڈ مولوی اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ

آہ بے تاثیر ہے ناکامی تدبیر ہے
میری ہستی اک جہانِ درد کی تصویر ہے

رہنمائے کوئے قاتل جذبۂ دل گیر ہے
ارتعاشِ موجِ ہستی جوہرِ شمشیر ہے

دل میں رہ رہ کر ہوا کرتا ہے دورِ اضطراب
میرے خوابِ مرگ کی شاید یہی تعبیر ہے

شعلہ سامانیِ دل پر داغ کی کچھ بھی نہیں
آفتابِ عشق کی دھندلی سی اک تصویر ہے

دیکھ لیتا ہوں سرانجامِ نظامِ زندگی
منزلِ بیباکِ اجل آئینۂ شمشیر ہے

لے چلا جوشِ جنوں پھر مجھکو مقتل کی طرف
پھر گلستانِ وفا کی خاک دامنگیر ہے

اک سکوتِ یاس میں کٹ جائے عمرِ عاشقی
سرمگیں آنکھوں میں کس ظالم کی یہ تصویر ہے

ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے عالمِ ایجاد کا
میری ہستی میں نہاں خورشید کی تنویر ہے

حسن والوں کے لیئے عالم بناوے دوسرا
تجھکو گر منظور یارب عشق کی تشہیر ہے

آشنائے معنیِ الفت نہیں صورت پرست
گردنِ قمری میں نیرنگِ نظر زنجیر ہے

لوٹ دی تقدیر نے تدبیروں کو الٹا کر دیا
آپ کی ترچھی نگاہوں میں عجب تاثیر ہے

نقشِ حیرانی وہی انداز خاموشی وہی
میری ہم صورت سراسر آپ کی تصویر ہے

تیرا بیمارِ محبت غم سے صحت پا چکا
اُس کی ہر تدبیر محوِ گردشِ تقدیر ہے

طولِ عمرِ خضر دے یارب غمِ جانکاہ کو
منظرِ حسرت اگر پھوٹی ہوئی تقدیر ہے

بوئے خوں آتی ہے مجھکو خاک کے ہر ذرہ سے
کوئی قاتل کربلائے عشق کی تصویر ہے

چلو چلو ٹوٹ گیا خونِ شہیدانِ وفا
بزمِ قاتل کا تبرک جنبشِ شمشیر ہے

خاک تھا عبرت کبھی اُنکے جہانِ ناز میں
اب نگاہِ لطف سے وہ خاک بھی اکسیر ہے

عیش جناب فیاض حسین صاحب اٹاوی

عاشقوں میں رشک کے قابل مری تقدیر ہے
میرے پہلو میں وہ حسن و ناز کی تصویر ہے

اے نسیم صبح اُس گل سے یہ کہدی حالِ زار
اب پریشاں حال تیرا عاشق دلگیر ہے

ہر گھڑی محوِ جمالِ یار ہے وہ بزم میں
ہے اگر تقدیر تو آیند کی تقدیر ہے

اب کسی کروٹ کسی پہلو نہیں دم بھر قرار
سیج پہ کانٹوں کی تیرا عاشق دلگیر ہے

دل تو دینے کے لیے اک بیوفا کو دیدیا
اب نہیں معلوم کیا تقدیر میں تحریر ہے

کھِل کھِلا کر کیوں ہنسیں تجھ پہ نہ غنچے باغ میں
عندلیبِ زار تیری آہ بے تاثیر ہے

اُن کو عجلت ہے میرے پہلو سے وہ جانیکو ہیں
اے اجل کیوں تیرے آنے میں ابھی تاخیر ہے

نیند آنکھیں ہو گئیں اور پھر اُٹھا پردہ تو کیا
دید کا تو لطف اب اے رُوئے پُر تنویر ہے

کِس طرح فرقت میں تیری عیشؔ کو آئے قرار
اے ستمگر دل میں جو ارمان ہے وہ تیر ہے

عطا پنڈت بنواری لعل صاحب فوٹوگرافر شمس آبادی

رنج و غم درد و مصیبت جس میں کل تحریر ہے
وہ زمانہ بھر میں مجھ کمبخت کی تقدیر ہے

لوح پیشانی پہ انساں کے جو کچھ تحریر ہے
نام اُن کا سر نوشتِ کاتبِ تقدیر ہے

عشق لیلیٰ میں جنوں جیسے گریباں گیر ہے
قیس کے قبضہ میں دشتِ نجد کی جاگیر ہے

محو تیرے دہیان میں یہ عاشقِ دلگیر ہے
ہے تصور دل میں تیرا آنکھ میں تصویر ہے

طوق ہو زیبِ گلو اور پاؤں میں زنجیر ہو
مجرمانِ عشق کی لازم یہی تعزیر ہے

وہ تمہاری سی کرے کیونکر ستم ایجادیاں
تم جواں نام خدا وہ آسماں اب پیر ہے

سیر وہ ہو جائے اتنا خون رگِ جاں میں کہاں
مدتوں سے تشنہ لب قاتل تری شمشیر ہے

رہگیا دنیا میں ہاں ایک نام اُن کا یادگار
اب نہ باقی کوہکن ہے اور نہ جیتے شیر ہے

جانِ بسمل کیوں تصدق ہو نہ اس انداز پر — ہاتھ ہیں گردن میں مرے حلق پہ شمشیر ہی

دید کے قابل ہی اُس فرقت زدہ کا اضطراب — وصل کی شب جس سے برہم وہ بتِ دلگیر ہی

ابر ہو ٹھنڈی ہوا ہو جام ہو مینا بھی ہو — وہ مرے پہلو میں ہوں ایسی کہاں تقدیر ہی

آپ کیا ہیں منتیں کرتے فرشتے آپکی — کیا کروں اب وہ کہاں اس آہ میں تاثیر ہی

بیخودی میں تیرے مجنوں کو نہیں اتنا بھی ہوش — پاؤں ہی زنجیر میں یا پاؤں میں زنجیر ہی

کس توقع پر خدا جانے یہ کس امید پر — خاک میری بعد مردن اُنکے دامنگیر ہی

نامہ بر اب تجھ سے پیغامِ زبانی کیا کہوں — خط میں سب کچھ لکھ دیا آگے مری تقدیر ہی

کیا سمجھ کر میری بالیں سے اُٹھے جاتے ہیں وہ — یا خدا اب موت کے آنے میں کیوں تاخیر ہی

ڈھونڈتا پھرتا ہے قاصد اس کو وہ ملتے نہیں — ساتھ کیا اُس کے بھی میری گردشِ تقدیر ہی

اُنکی چوکھٹ کی بدولت اے جبینِ عاجزی — جو مقدر تھا ترا اب وہ مری تقدیر ہی

گر پڑے اُن کے بھی آنسو دیکھ کر مجھکو عطا — وقتِ آخر کیا نگاہوں میں مرے تاثیر ہی

عاقل محمد اسلام صاحب متعلم اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ

غرقِ دریائے تخیّل عاشقِ دلگیر ہی — سامنے ہر دم تمہاری چاند سی تصویر ہی

او کماندارِ ستم حسرت نہیں دل کی مٹی — تیر پر گو تیر ہے شمشیر پہ شمشیر ہی

کھا گئیں آنکھیں کسی بدمست خوں آشام کی — چشمِ حیرت کا تماشہ عاشقِ دلگیر ہی

دیکھئے اس کشمکش کا فیصلہ ہوتا ہے کیا — خوں گرفتہ سیکڑوں ہیں اک تری شمشیر ہی

عید کی آمد نے شوخی کو دو بالا کر دیا — اُن کے ہاتھوں میں نیا خنجر نئی شمشیر ہی

لُطف کا احسان جتانے میں صنم کو بھول کر — یہ کرشمہ سازیوں کی اک رُخی تصویر ہی

کس کے آنسو پھول بن بن کر سرہانے بچھ گئے — کون بالیں پر مری شرمندۂ تاخیر ہی

نقشِ حرماں کے سوا قسمت میں اپنی کچھ نہیں — ایک حرفِ بے مقیّد کاتبِ تقدیر ہی

رنگ لائیں گی تری بے دردیاں قاتل کبھی
خون دل کا قطرۂ قطرہ محشر تاثیر ہے

کیا دکھاؤں تم کو اسباب اسیری قلب کے
اے شہ خوبان محبت بے نشان زنجیر ہے

اُڑ رہی ہے جستجو میں میری خاک آرزو
اس کے دامن سے لگے رہنے کی تدبیر ہے

قید ہستی سے رہائی غیر ممکن ہو گئی
تیغ دست یار بھی وابستہ تقدیر ہے

پختہ مغزان جنوں ہٹتے نہیں در چھوڑ کر
قیس دیوانہ ہے وحشت ان کو دامنگیر ہے

عشق کی بیدردیوں کا حال عاقل کیا کہوں
اک بیابان مرگ ہے اک محو جوئے شیر ہے

عاشق جناب مولوی کریم بخش صاحب انصاری فرخ آبادی

وارد حال مین پوری

درد جس دل میں نہ ہو وہ دل نہیں بے پیر ہے
ہو نہ جس میں رسم الفت قابل تعزیر ہے

مجھ سے برگشتہ کچھ ایسی آج کل تقدیر ہے
میرے نالے بے اثر ہیں آہ بے تاثیر ہے

کچھ نہ پوچھو ہمدمو جو رنج دامنگیر ہے
دل دیا جب سے بتوں کو دل بہت دلگیر ہے

مبتلائے زلف جاناں کی عجب تقدیر ہے
ہتکڑی ہاتھوں میں ہے اور پاؤں میں زنجیر ہے

اُن کی تیغ ناز کے گھائل پڑے ہیں سیکڑوں
خون کی پیاسی مگر اُن کی ابھی شمشیر ہے

یار کا روئے منور دیکھ کر کہتے ہیں سب
فی الحقیقت سورۂ یوسف کی یہ تفسیر ہے

مانی و بہزاد کو دیکھا تو یوں کہنے لگے
دل پسند عام یہ کس شوخ کی تصویر ہے

جذبۂ دل نے ہمارے جب اثر پیدا کیا
پوچھتے ہیں مجھ سے اب تو کس لیے دلگیر ہے

درد و غم آہ و بکا اندیشۂ روز فراق
ہجر میں یہ عاشقوں کی دوستو جاگیر ہے

وہ مرے گھر آپ آئیں مجھ سے ملنے کے لیے
عاشق ناشاد کی ایسی کہاں تقدیر ہے

غنی جناب عبدالغنی صاحب فیروزآبادی

جذبۂ الفت کی میرے یہ بھی اک تاثیر ہی
تو نہیں تو سامنے ہر دم تری تصویر ہی

دیکھیں تیرا کس طرف لے آسمان پیر ہی
ناوکِ آہِ رسا بھی اک ہوائی تیر ہی

اس طرح محشر میں کس کا عاشق دلگیر ہی
سینے پہ نوکِ سنان اور حلق پہ شمشیر ہی

دیکھتا ہوں ہر گھڑی جلوہ کسی کے حسن کا
دل مرے پہلو میں ہی اور دل میں اک تصویر ہی

قید کے صدمے اٹھاتا ہوں خیالِ زلف میں
یہ خیالِ زلف ہی میرے لیے زنجیر ہی

کام کچھ تجھ سے نہ نکلا جا بس اپنا کام کر
اب مرے کس کام کی تو آہ بے تاثیر ہی

میں نہ کہتا تھا کہ میرا امتحاں کرنا نہ تھ
آج بیدم میں ہوں یا قاتل تری شمشیر ہی

پھونک کر سوزِ نہاں نے کر دیا ہے کیمیا
میں وہ کشتہ ہوں کہ میری خاک بھی اکسیر ہی

دل مرے پہلو میں تھا تو دل میں اُنکا تیر تھا
اب مرے پہلو میں دل ہی اور نہ اُنکا تیر ہی

دیکھیے کیا فیصلہ ہو آج اُن کا حشر میں
کوئی دامنگیر ہے کوئی گریباں گیر ہی

سر پہ لیتے ہیں قدم خارِ بیابانِ جنوں
دشتِ وحشت میں ترے وحشی کی یہ توقیر ہی

دور سے آتا نہیں مجھ تک تمہاری بزم میں
گردشِ ساغر بھی میری گردشِ تقدیر ہی

خواب کا عالم تھا ہم پر عالمِ ایجاد میں ہم
حشر کہتے ہیں جسے یہ خواب کی تعبیر ہی

بعد مرنے کے وہ جائیگا غنی فردوس میں
جس بشر کے دل میں عشقِ شبر و شبیر ہی

فدا جناب مولوی سید عبدالوحید صاحب بہاری متوطن قصبہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر

اچھی صورت میں خدا جانے کسی کا تیر ہے
دل کا دل ہی اور یہ تصویر کی تصویر ہے

دید کے قابل جلوسِ جذبۂ نخچیر ہے / پیچھے پیچھے ہیں ادائیں آگے آگے تیر ہے

سوزِ دل کا بول بالا نالۂ شب گیر ہے / آج کل اچھی ہوائیں دامنِ تاثیر ہے

وہ مرا نالہ ہے جس کی چیخ پر تشہیر ہے / یہ بڑا پہونچا ہوا تاثیر والا تیر ہے

جانتا ہے زخم دل پہچانتا ہے زخم دل / جتنے تیر انداز ہو جتنا تمہارا تیر ہے

اپنی میری شکل کا کر لیجیے آکر فیصلہ / ایک ہی تصویر ہے یا ایک سی تصویر ہے

بھولی بھالی اُن کی صورت بھولی بھالی ہر ادا / سیدھا سادھا تیر افگن سیدھا سادھا تیر ہے

قید گیسو سے کبھی پروانے نہ آخر بچ سکے / شمع کشتہ کا دھواں اُن کے لئے زنجیر ہے

سوزِ دل سے بن گئیں جگنو کی آنکھیں چراغ / روشنی کی روشنی تعزیر کی تعزیر ہے

چڑھ رہی ہے چرخ پر کیوں کشتۂ الفت کی خاک / کیا فرشتوں کو بھی یارب خواہشِ اکسیر ہے

جو اشاروں میں چلے آنکھوں کے خنجر ہے وہی / چٹکیوں میں جو تری اُڑتا رہے وہ تیر ہے

گرتی ہیں برقِ نظر کی بجلیوں پر بجلیاں / کس دلِ مضطر کی یارب یہ نئی تعزیر ہے

ہاتھ سے جو اُن کے چل جائے وہ ہے تیغ اجل / اُن کے مونھ سے جو نکل جائے وہی تکبیر ہے

غنچہ و گل چومتے ہیں کس کی صورت دیکھ کر / اُن کی آنکھوں میں نہاں کس مست کی تصویر ہے

میری آنکھیں اور یہ جلوہ تیری قدرت کے نثار / کیا مری خوابِ تمنا کی یہی تعبیر ہے

توبہ توبہ زخم تک ہنستے ہیں اچھے وار پر / کیسے تیر انداز ہو کیسا تمہارا تیر ہے

مست ہیں کیا کیا معاصی ہوئے رحمت سے فدا / زینتِ جنت مرا گلدستۂ تقصیر ہے

فخر جناب فخر الحسن صاحب ہیڈ کانسٹبل پولس اٹاوہ

یہ ہمارے نالۂ شب گیر کی تاثیر ہے / محفل اغیار میں ہے وہ بتِ دل گیر ہے

جب سے قبضہ میں بتوں کے حسن کی جاگیر ہے / عشق کے ہاتھوں سے جس کو دیکھئے دل گیر ہے

میں ہوں ناکامِ تمنا اور وہ ہے کامیاب / وہ عدو کا ہے مقدر یہ مری تقدیر ہے

آپ نے چاہا جسے دم بھر میں اپنا کر لیا
آپ کی تقریر کیا جادو بھری تقریر ہی

عشق کی وہ ابتدا تھی اور ہے یہ انتہا
پہلے آہیں تھیں فقط اب نالۂ شب گیر ہی

تو ہی کچھ دشمن نہیں اے دشمنِ اہل وفا
تجھ سے بھی بڑھکر کوئی اے آسمانِ پیر ہی

رحم آجاتا ہے جس پر ہی وہ میری بے کسی
جس سے بہتے ہو خفا وہ نالۂ شب گیر ہی

تھی خطا دشمن کی لیکن میرے سر باندھی گئی
سمجھی جاتی تھی مری جو غیر کی تقصیر ہی

گر گئے اُس کی نظر سے گر گئے افسوس ہم
اب نگاہِ یار میں اغیار کی توقیر ہی

ضعف میں کچھ کم نہیں ہی پاسبانی کے لیے
اے جنوں اب کیوں ہمارے پاؤں میں زنجیر ہی

فخرؔ کو اٹھوا کے اپنی بزم سے محجوب ہیں
اب بلائیں کس طرح وہ شرم دامنگیر ہی

فضلی جناب فضل علی صاحب سکنہ کرہیل ضلع مین پوری

حُسن کا یہ جذب ہے یہ حُسن کی تاثیر ہی
خاک بھی تیری گلی کی سرمۂ تسخیر ہی

طوق گردن میں پڑا ہی پاؤں میں زنجیر ہی
کوچۂ اُلفت میں دل والوں کی یہ توقیر ہی

پاک سیرت آپ کی ہے جلوہ حسنِ بتاں
پاک صورت آپ کی قرآن کی تفسیر ہی

خفتگانِ خاک بھی بیدار اب ہونے لگے
کیا قیامت خیز رفتارِ بتِ بے پیر ہی

کل جہاں پر گل رخوں کا جلوہ صد ناز تھا
آج وہ گلشن غم و اندوہ کی تصویر ہی

تو میرے پہلو میں بیٹھا بڑھ گئیں بے چینیاں
اے دوائے دردِ دل اُلٹی تری تاثیر ہی

ہجر لیلیٰ نے کیا اتنا ضعیف و ناتواں
پائے مجنوں پر گراں اب حلقہ زنجیر ہی

جب دوا اُلٹا اثر کرتی ہی اپنا چارہ گر
پھر مریضِ عشق کے بچنے کی کیا تدبیر ہی

شمع بھی جلتی ہی پروانوں کا جلنا دیکھ کر
جذب کہتے ہیں اسے یہ عشق کی تاثیر ہی

غیر کی قسمت میں تم ہو میری قسمت میں فراق
وہ مقدر غیر کا ہے یہ مری تقدیر ہی

بے خطاؤں کا ستانا رنگ لا کر ہی رہا
حشر میں بھی خونِ ناحق اُن کے دامنگیر ہی

آج ہر خارِ بیاباں پاؤں پڑتا ہی مرے — اللہ اللہ اُن کے دیوانوں کی کیا توقیر ہی

ہو چکا مجھ کو وصالِ یار ہاں بس ہو چکا — گر یہی قسمت ہے میری گر یہی تقدیر ہی

شاہدِ مقصد سے ملتا کیسے ہو فضلیؔ نصیب — تیری تو تقدیر بھی پھوٹی ہوئی تقدیر ہی

فداؔ جناب محبوب احمد صاحب نائب تحصیلدار مین پوری

کیا کہا پھر تو کہو یہ آہ بے تاثیر ہی — جانتے ہو آسماں پہ نام اِس کا تیر ہی

آپ کیوں برہم ہوے اس میں کہاں تاثیر ہی — بے خطا ہیں میرے نالے آہ بے تقصیر ہی

چارہ گر ہر کام کی اچھی بُری تدبیر ہی — تم تو اپنی سی کرو آگے میری تقدیر ہی

موردِ الطاف ہی۔ وہ موردِ الزام ہیں — وہ مقدر ہے عدو کا یہ میری تقدیر ہی

ترجمانِ حالِ دل ہی بزم میں صورت میری — خامشی کی خامشی تقریر کی تقریر ہی

پڑ گیا اس پر بھی کیا سایہ کسی کی زلف کا — اس قدر ناصح کی جو اُلجھی ہوئی تقریر ہی

محوِ حیرت کر دیا ہے سب کو تابِ حُسن نے — جس کو دیکھو بزم میں وہ صورتِ تصویر ہی

کیوں مٹاتا ہے دل پر آرزو کو فتنہ گر — یہ تری اُلفت کی جیتی جاگتی تصویر ہی

تیری بخشش عام ہی غفار تیرا نام ہے — مغفرت میں پھر میرے اللہ کیوں تاخیر ہی

شیخ تلچھٹ پیتے پیتے صاف باطن ہو گیا — حق تو یہ ہے میکدہ کی خاک بھی اکسیر ہی

مژدہ یاد لے نا امیدی اب تو میری بن پڑی — نامہ بر سے دو قدم آگے مری تقدیر ہی

چاہیے انسان کو نازاں نہو تدبیر پر — کامیابی لے فداؔ وابستہ تقدیر ہی

ہم سے اُس سے ابتدا ہی سے فداؔ چلتی رہی — دشمنِ دیرینہ اپنا آسمانِ پیر ہی

فداؔ جناب اشفاق حسین صاحب قریشی اترولوی ضلع علی گڑھ

پھول کیوں باندھے گئے پھولوں کی کیا تقصیر ہی — اونکو گلدستہ کا دورہ پاؤں کی زنجیر ہے

غیر ہی تو مر رہے ہیں غیر ہی دلگیر ہے
آخری جینے کے میرے کیا یہی تدبیر ہے

مانی و بہزاد کیا کھینچیں شبیہ یار کو
ہے ہر اک حیران ہر ایک صورتِ تصویر ہے

دل نشیں ہے دل میں جب سے آپکا حسنِ جمال
اب ہر اک حسرت میں میرے جلوہ تنویر ہے

آپ بھی لیجے دلِ ناہل بھی اچھا میرا
کس کا شکوہ ہو مری دشمن میری تقدیر ہے

ایک ہیں کیا سیکڑوں ہو جائینگے تم پر نثار
گر ترقی پر یونہی یہ حسنِ عالمگیر ہے

چاہنے والے سے اتنا بھی نہ پوچھا آپنے
اے گرفتارِ بلا تو کس لیے دلگیر ہے

کاکلِ مشکیں کا سودا دل کے جانیکا خیال
مبتلائے عشق کو ہر دم نئی تعزیر ہے

کیوں ہمارا دل کھچا جاتا ہے سینے میں فدا
کون یہ پردہ نشیں ہے کس کی یہ تصویر ہے

فدا جناب بابو رام دیال صاحب رئیس علی گڑھ

پھر وہی سودا ہوا پھر جنبشِ زنجیر ہے
پھر اُسی کنج قفس کا شوق دامنگیر ہے

کیا فغاں ہیں بے اثر کیا آہ میں تاثیر ہے
کیا کریں تدبیر جب پھوٹی ہوئی تقدیر ہے

کیا زمانہ نے زمانہ بھر کو پلٹا دیدیا
کہہ نہیں سکتے کہ کتنی رنگ میں تغیر ہے

بعد مرنے کے دکھایا عشقِ صادق نے اثر
میری بالیں پر کوئی شرمندۂ تاخیر ہے

میری جانبازی سے کیوں قاتل کا منہ فق پڑ گیا
دیکھ کر شوقِ شہادت کند کیوں شمشیر ہے

دل کو چھینا خواہ رکھو آپ کو ہے اختیار
آپ کی ہی چیز ہے اور آپ کی جاگیر ہے

کس طرح دونوں کی سوزش کی اٹھائیں ہم مزے
اک جگر میں تیر ہے اک بازوؤں میں تیر ہے

کب گرفتارِ بلا ہو جو رہے دیکھتا
ہے ادھر فتراک کا حلقہ اُدھر زنجیر ہے

پر غلط سچ ہے کسی کی بندگی بیکار گی
عمر بھر کے خواب کی میرے یہی تعبیر ہے

پیاس کانٹوں کی بجھالی آبلہ پا توڑ کر
جوشِ وحشت میں مرے مجنوں کی کیا تدبیر ہے

جوشِ وحشت چل دیا تارِ نفس کے ساتھ ساتھ
اب جنوں کی یادگار داغِ حلقۂ زنجیر ہے

اہلِ دل کو دیکھ کر آتی صنم کی یاد ہے — آئینہ خانہ میں عکسِ یار کی تنویر ہے
کیوں کسی کے سامنے روئیں تکالیفِ دہر — رازِ خود داری فلکِ پیر سے ہی تدبیر ہے

فقیرا شیام سندر لعل صاحب پاٹھک

(یہ غزل بخط ہندی لکھی ہوئی تھی)

حُسن لطف و ناز کا پتلہ بتِ بے پیر ہے — ہر ادا فاتحِ جہاں ہر آن عالمگیر ہے
اُس نے مجھ سے پوچھا بولو کس سے مرنا ہے پسند — تیغ ہے اور تیر ہے خنجر ہے اور شمشیر ہے
اتنا سُننا تھا کہ میں بے ساختہ چِلّا اُٹھا — سب کے سب دم دار ہوں یہ خواہشِ دلگیر ہے
دردِ غم کی داستاں میری سنی اور یہ کہا — یا خدا قصہ ہے یہ یا دردِ بدی کا تیر ہے
کیوں ہے چوہلی کی یہ کوشش جاؤں پیر تک پہنچ — کیا بندھے گا پاؤں اُس کا جس کی وہ زنجیر ہے
اب کوئی بچنے کی صورت بھی نظر آتی نہیں — میرا دل فتراکِ زلفِ یار کا نخچیر ہے
مدتوں سے وہ خفا ہے اب نظر آتے ہیں خوش — پھر مرے دن پلٹے پھر پلٹی مری تقدیر ہے
قبر میں وہ پادری ملان ۔ برہمن بھاڑ میں — اِن کا ہٹ جانا بھی وصلِ یار کی تدبیر ہے
ان کی اُلفت میں مری سب بک چکی جاگیر ہے — بچ گیا ہے ایک مکاں اور رہ گئی کچھ سیر ہے
اُو فوا و تجی ہے کتنی جامُن کی کھوپڑی — بام و دنیا جس کو کہتے ہیں یہی تعمیر ہے
اُس نے سر پر ہاتھ رکھا اور میں بوجھوں مر گیا — ایک اک اُنگلی مرے جاناں کی اک شمشیر ہے
اب تو پیتے ہیں وہ دونوں ایک ہی بکری کا دودھ — آجکل بیوی بھی اُن کی بن رہی ہمشیر ہے
اِس قدر جلنا ہے سوزِ عشقِ جاناں میں فقیرا — سرد موسم میں بھی اُس کی پھوٹتی نکسیر ہے

قمر جناب منشی کشوری لعل صاحب قمر فرخ آبادی

شمع کا سر کاٹنے پر مستعد گل گیر ہے — بزم میں کوئی نہیں لگتا ہے بے تقصیر ہے
کون اے جوشِ جنوں آمادۂ تشہیر ہے — ہاتھ میں کس کے یہ میرے پاؤں کی زنجیر ہے

کیا بتاؤں ہجر میں کٹتی ہیں کیسے رات دن
گوشۂ خلوت ہی میں ہوں آپ کی تصویر ہے

اُف رے رعبِ حُسن اللہ رے کراماتِ جمال
بزم میں ہے اہلِ دل اک عالمِ تصویر ہے

کیا دکھاتا ہے ہمیں بہزاد یوسف کی شبیہ
یہ ہمارے یار کی بگڑی ہوئی تصویر ہے

میری تربت سے عیاں نیرنگِ حسن و عشق ہے
ذرّہ ذرّہ خاک کا عبرت نما تصویر ہے

سو رہائی اس اسیری پر میری قربان ہیں
میرے بہکانے کو ان کے ہاتھ میں زنجیر ہے

عشق میں گو حد سے گذری ہیں مری ناکامیاں
پھر بھی باتوں میں اثر ہے آہ میں تاثیر ہے

اے قدر انداز کھینچے گا کہاں تک جسم سے
میرے ہر ہر عضو میں پیوست ایک اک تیر ہے

کیوں نہ سمجھیں چارہ گر اس کے مرض کو لاعلاج
جس کی ہر اک رگ میں زہرِ عشق کی تاثیر ہے

پھر نئے سر سے ترقی پر ہے میرا شوقِ جرم
مرحبا کیا ہمت افزا آپ کی تعزیر ہے

پھیر لیں آنکھیں وہ بیگے دشمنِ جاں ہو گئے
پیار کی آنکھوں سے دیکھا تو یہی تقصیر ہے

ضعف نے بیمارِ غم کو کر دیا ایسا نڈھال
آہ میں قوت نہ زورِ نالۂ شب گیر ہے

دی امیدِ وصل نے کس دم نویدِ زندگی
جس گھڑی ہونٹوں پہ جانِ عاشقِ دلگیر ہے

خانۂ دشمن پہ آنچ آئی نہ پھونکا چرخ کو
کیا مری آہِ شرر افشاں ہوائے تیر ہے

تیرے دل والوں کی ساری ہڈیاں تک گل گئیں
اب ہے کیا زنداں میں بس زنجیر ہی زنجیر ہے

رخصت اب اے حسرتو اے زندگی تجھکو سلام
وصل کی شب بھی کسی کو شرم دامنگیر ہے

ہو چکے مایوس اطبا اُٹھ گئے بالیں سے وہ
دم نکل جانے میں اب اے موت کیا تاخیر ہے

جلوہ گر ہے نہ بھی دے آساں نہیں ہے کھینچنا
دل میں پیکاں میں کلیجے میں کسی کا تیر ہے

دن رہائی کے قریب آئے ہیں شاید اے قمرؔ
صبح سے کیوں آج ہلکی پاؤں کی زنجیر ہے

قلم مرزا حمید بیگ صاحب

آجکل برگشتہ یا رب کیوں مری تقدیر ہے
پڑتی ہے الٹی جو سیدھی بھی کوئی تدبیر ہے

دیکھیے کس کو کیا زخمی نگاہِ یار نے
دل میں سینہ میں کلیجے میں کھٹکتا تیر ہے

کھینچ گیا آنکھوں میں کچھ ایسا تصور آپ کا
جس طرف کو دیکھتا ہوں آپ کی تصویر ہے

دیدنی ہیں اک نگاہ شوخ کی دو شوخیاں
آبلے دل میں پڑے ہیں آبلوں میں تیر ہے

عشق ہے بدنام ہم سے عشق سے بدنام ہم
نالہ ہے بادِ ہوائی آہ بے تاثیر ہے

حضرتِ دل آج تو۔ اپنا نصیبا کھل گیا
وہ مرے گھر آئے بھولے سے بڑی تقدیر ہے

غیر سے دل صاف۔ مجکو صاف دیتے ہیں جواب
یہ مری تقدیر ہے وہ غیر کی تقدیر ہے

پھیر کر رستے لحد پر لے چلے مقتول کو
موت کی دیدی سزا باقی رہی تشہیر ہے

بت بنے بیٹھے ہیں وہ ہم کرتے ہیں عرضِ نیاز
پوجنے کے واسطے پتھر کی اک تصویر ہے

اے اجل تو کام کر کب تک کرے گی انتظار
ان کے آنے میں تو سنتا ہوں ابھی تاخیر ہے

میرا پرساں کون تجکو روکنے والا ہے کون
بیٹھا گردن میری۔ ننگی تری شمشیر ہے

تیرا دیوانہ پڑا۔ اب ایڑیاں رگڑا کرے
طوق بھاری۔ سخت بیڑی ہے کڑی زنجیر ہے

دل ترے بیندھے ہوئے تیری نظر جادو بھری
کیا تری آنکھوں کا سرمہ سرمۂ تسخیر ہے

غول میں بچوں کے بچہ اور جوانوں میں جواں
ہم سے پوچھو کون ہے وہ آسمانِ پیر ہے

سر قلم کروانے مقتل کو قلم بھی چلدیئے
جب سنا عشاق کی گردن تہِ شمشیر ہے

قمرؔ جناب قمر مقصود صاحب طالبعلم درجہ نہم مشن اسکول مین پوری

جذب ہے دل میں نہ کچھ بھی آہ میں تاثیر ہے
خود بخود آجائیں وہ ایسی کہاں تقدیر ہے

شور گریہ کیا کرے جب سننے والا ہی نہو
آہ سے کیا فائدہ جب آہ بے تاثیر ہے

وہ نہیں سنتے مری سب کوششیں بیکار ہیں
رو بر و تقدیر کے رسوا مری تدبیر ہے

کشمکش میں جان ہے کیا دیکھیے انجام ہو
اک طرف تقدیر ہے اور اک طرف تدبیر ہے

روح تن سے چل بسی اور رہ گئیں آنکھیں کھلی
بعد مُردن حسرت دیدار دامنگیر ہے

چونک اُٹھا بسترِ غم سے مریضِ عشق پھر
نہ تھمائے پاس پھر پیدا اگن تدبیر ہے

لاکھ منت کی مگر اک بات بھی منہ سے نہ کی
کس قدر مغرور اے ظالم تری تصویر ہے

اس کا ہو کے پھر کسی کا کوئی ہو سکتا نہیں
فرقتِ کونین وصلِ یار کی تفسیر ہے

جس قدر اُن کو بلاتا ہوں وہ کھنچ جاتے ہیں اور
جذبۂ اُلفت کی اُلٹی آج کل تاثیر ہے

سامنے اُن کے زباں میری کبھی کھلتی نہیں
لذتِ دیدار شاید مانعِ تقریر ہے

صبر و استقلال سے کچھ کام لینا چاہیے
اے قمر جب آپ کی پھوٹی ہوئی تقدیر ہے

کیفی جناب شیخ عنایت حسین صاحب مختار عدالت فخر اٹاوہ

واہ کیا قسمت ہے میری واہ کیا تقدیر ہے
جب امید آگے بڑھی تو یاس دامن گیر ہے

بلبلہ جب اے ناخدا کیوں درپئے تدبیر ہے
بحرِ ناکامی میں جب ڈوبی ہوئی تقدیر ہے

نقص ہے اُن کے مقابل جو مری تدبیر ہے
جو دعا ہے اُس سے منہ پھیرے ہوئے تاثیر ہے

خشک نخلِ آرزو ہے تر ہے چشمِ آرزو
یہ عجب آب و ہوائے عشق کی تاثیر ہے

اب کسی تدبیر کی صورت نظر آتی نہیں
اس قدر بگڑا ہوا آئینہ تقدیر ہے

اے قدر انداز مرا دل تو ہے پیشِ نظر
دیر کیوں ہے تاک کیا ہے سامنے نخچیر ہے

وہ مرے دل میں ہیں یا اُن کی رہگذر منزل مری
اُن کی وہ جاگیر ہے اور مری یہ جاگیر ہے

بسملِ غم کو کہاں کروٹ بدلنا ہے نصیب
ایک پہلو میں ہے خنجر دوسرے میں تیر ہے

اُس نگاہِ ناز کے پیرو دلِ عشاق ہیں
پیچھے پیچھے صید ہیں اور آگے آگے تیر ہے

جبہہ سائی اُس درِ دولت کی مجھکو ہے نصیب
ہوں میں اک ذرہ مگر میری بڑی تقدیر ہے

جب کمی ہے شوق میں درست ہیں پائے طلب
پھر گلہ کیا دوریِ منزل کی کیا تقصیر ہے

سینہ کوبی سے مری ہر وقت کی گھبرا گیا
تیر بھی اُن کا مرے سینہ میں یا دل گیر ہے

اُن کے ہاتھوں سے ہوا ہوں سقدر مجبور میں
اپنا دستِ آرزو غیروں کا دامن گیر ہے

اب کسی موقع پر اس کو خوش نہیں پاتے ہیں ہم
کیفیؔ حسرت زدہ جب دیکھیے دل گیر ہے

کاملؔ ٹھاکر لال سنگھ صاحب شاگرد حضرت طاہر فرخ آبادی

اے پری دیوانۂ گیسو کی یہ توقیر ہے
طوق آہن ہے گلے میں پاؤں میں زنجیر ہے

جب سے پہلو میں مرے تو اے بتِ بے پیر ہے
رشک کے قابل ہی دن سے مری تقدیر ہے

عاشقِ ابرو کی ہمت کوئی دیکھے وقتِ قتل
شکرِ قاتل ہے زباں پر حلق پر شمشیر ہے

کیا کسی کی زلف کا تجھکو بھی سودا ہو گیا
آج کیوں اُلجھی ہوئی واعظ تری تقریر ہے

سامنے جام و سبو ہیں نظر آئینہ رو
بڑھ کے جمشید و سکندر سے مری تقدیر ہے

اس کو پہنچا دے مرا خط جس طرح ہو نامہ بر
کام اتنا ہے ترا آگے مری تقدیر ہے

راہ پر لاؤں بتوں کو یا الٰہی کس طرح
مرا نالہ بے اثر ہے آہ بے تاثیر ہے

جان قالب میں مری اس وقت تک ہی یاد رکھ
تیری چٹکی میں قدر انداز جب تک تیر ہے

کوئی سودائی اسے کہتا ہے دیوانہ کوئی
عاشقِ گیسو کی تیری کیا بُری تقدیر ہے

سینکڑوں اُلجھے ہوئے اس میں نظر آتے ہیں دل
زلف پیچاں ہے کہ کوئے دامِ ماہی گیر ہے

اُنگلیاں اُٹھتی ہیں جب جاتا ہے یہ بازار میں
اے پری رو تیرے دیوانہ کی یہ توقیر ہے

قیدخانہ باغ سے بڑھ کر ہے وحشی کو ترے
چشمِ نرگس سے سوا ہر حلقۂ زنجیر ہے

قیدخانہ میں مجھے کیونکر نہ ہو راحت نصیب
حلقۂ آغوشِ یار در حلقۂ زنجیر ہے

ہے مرا نجمِ مقدر برجِ آبی میں مگر
رو رہا ہوں سامنے اک چاند سی تصویر ہے

واعظو طوفِ حرم سے واسطہ کاملؔ کو کیا
کعبۂ مقصود جب کوئی بتِ بے پیر ہے

کیفؔ جناب محمود خاں صاحب غازی پوری

تیر ہے کوئی تو بس اے آہ تیرا تیر ہے
تو اثر کے واسطے تیرے لیے تاثیر ہے

ہر طرح اے کیفؔ گردش میں تری تقدیر ہے
نالے تیرے بے اثر ہیں آہ بے تاثیر ہے

اپنی گردش پر بہت مغرور چرخِ پیر ہے
دیکھ لیں گے اپنی آنکھوں میں اگر تاثیر ہے

لیجئے وہ آ رہے ہیں آپ دل تھامے ہوئے
کون کہتا ہے کہ میری آہ بے تاثیر ہے

مرے دل کے ساتھ ہی لیجا چکی میری جان بھی
تیری چشمِ ناز میں ایسا بھی کوئی تیر ہے

جان ہی پر بن گئی اس نے بھی وہ چکر دیئے
کیا زمین کوئے جاناں آسمانِ پیر ہے

صورتِ زلفِ پریشاں کچھ پتہ چلتا نہیں
نامہ بر کی کس قدر الجھی ہوئی تقریر ہے

یہ وہی دل ہے کہ خلوت سرائے یار ہے
یہ وہی آنکھیں ہیں جن میں یار کی تصویر ہے

ہم نشیں کچھ مجھ سے میری سعیٔ لاحاصل نہ پوچھ
آج کل خود مجھ سے برگشتہ مری تقدیر ہے

کون روتا ہے سرِ بالیں فقط اک بیکسی
کون ہے دل گیر میری بیکسی دل گیر ہے

بیکسی میں موت بھی میری خبر لیتی نہیں
کیسی مجھ بدبخت کی پھوٹی ہوئی تقدیر ہے

آپ کیوں گھبرا گئے مجھ کو پریشاں دیکھ کر
خیر سے اب تک سلامت میرے دل میں تیر ہے

تیرے در پر میری رسوائی ہوئی اچھا ہوا
یہ مری تشہیر سنو توقیر کی توقیر ہے

ہو چکا جو کچھ ہوا جو کچھ کیا اچھا کیا
اب کوئی بالیں پہ کیوں شرمندۂ تاخیر ہے

کیوں دکھاتا ہے زبانِ خشک اپنی بار بار
کیا ہمارے خون کا پیاسا تمہارا تیر ہے

کیفؔ متوالا ہے دیوانہ ہے کیا جانے غریب
آپ کی سرکار میں کیوں غیر کی توقیر ہے

لائق۔ جناب بابو لاڈلی لعل صاحب متعلم ایم اے کلاس آگرہ کالج

شہرۂ آفاق میرا نالۂ شب گیر ہے
عرش تک ہے دھوم اس کی عرش تک تشہیر ہے

میری آنکھوں میں ادائے حسن عالمگیر ہے
دل کے آئینہ میں اک منہ بولتی تصویر ہے

اب تو جانا اب تو سمجھے آہ پر تاثیر ہے
اب تو دل سے پوچھ کر کہہ دو کہاں یہ تیر ہے

بسملان ناز کی اللہ رے حیرانیاں
جس طرف بھی دیکھتے ہیں آپ کی تصویر ہے

دیکھ لے آکر ذرا او چھپنے والے دیکھ لے
ذرّہ ذرّہ میں تری صورت تری تصویر ہے

کاٹتا ہوں کس طرح سے اس طرح سے اپنے دن
میرا غم خانہ ہے میں ہوں آپ کی تصویر ہے

میری ہمدردی کا دم بھرتے ہیں چھالے پاؤں کے
مری وحشت کا سہارا خارِ دامن گیر ہے

آئینہ کہتا ہے منہ تک تک کے اُن کا بار بار
میں ہوں حیراں تو سراپا ناز کی تصویر ہے

جان کر پہچان کر میرے جلانے کے لیے
غیر کی صورت کو کہتے ہیں مری تصویر ہے

آخری دیدارِ منّت پر وہ فرمانے لگے
عشق کہتے ہیں اسے عاشق کی یہ تصویر ہے

آدمی ہیں ہم تو جنت کے ہمیں حقدار ہیں
گھر ہمارا ہے ہمارے باپ کی جاگیر ہے

ساری دنیا میں ہے شہرہ کس کا اُن کے حُسن کا
کون ہے سوائے عالم عاشقِ دل گیر ہے

حشر میں کس کس کو روکیں اور کس کس سے بچیں
آج تو محشر کا محشر اُن کا دامن گیر ہے

آپ آئے بھی تو کب جب مرنے والا مر چکا
اب اجل سے پوچھتے کیوں شکوۂ تاخیر ہے

پیش داور کا نپتی ہے ایک شکلِ بے حواس
ہائے کس دل سے کہوں یہ قابلِ تعزیر ہے

زندگی مجھ کو ملے گی سایۂ شمشیر میں
میرے جینے کا سہارا دامنِ شمشیر ہے

مری پیشانی میں روشن ہے جو ایک نقشِ مراد
وہ اسے کہتے ہیں لایق کی یہی تقدیر ہے

هزاج جناب نثار احمد صاحب از حیدرآباد دکن

پردہ در پردہ ہے گویا شرم دامن گیر ہے
ورنہ ہر ذرّہ سے تیرا حُسن عالم گیر ہے

بے اثر نالہ ہے کیوں کیوں آہ بے تاثیر ہے
اب میں سمجھا دردِ دل تو ہی گریباں گیر ہے

اُن کے پیمانِ وفا کی مختصر تفسیر ہے کہ
خواب ہے امید تو میری فقط تعبیر ہے

دل فریبِ دل پسندی کا کبھی گہوارہ تھا
اب خیالِ خود فراموشی سے لذت گیر ہے

تیرا سایہ بھی کسی نے آج تک دیکھا نہیں
اور طرفہ یہ کہ ہر دل میں تری تصویر ہے

آپ کی تیوری سے میرا رازِ ہستی آشکار
آپ کی چینِ جبیں میرا خطِ تقدیر ہے

اور سب باتوں کا ملتا ہی صفائی سے جواب ۔۔۔ حرفِ مطلب پر وہی اُلجھی ہوئی تقریر ہی
تو نے بھیجا مرقع اپنی مشقِ ناز کا ۔۔۔ یہ مرا سر ہی ستمگر وہ تری شمشیر ہی
بعد مردن بھی خوشی مجھ کو نہ راس آئی ھزاج ۔۔۔ میری بالیں پہ کوئی شرمندۂ تاخیر ہی

مائل جناب لالہ دیبی پرشاد صاحب

اب یہ کس گنتی میں مائل نالۂ شب گیر ہے ۔۔۔ اب نہ وہ اس میں اثر ہی اور نہ وہ تاثیر ہی
میرے دل میں جلوہ فرما آپ کی تصویر ہی ۔۔۔ واہ کیا قسمت ہے میری واہ کیا تقدیر ہی
ہم مقدر میں لکھے ہیں خانۂ زنجیر کے ۔۔۔ اور مقدر میں ہمارے خانۂ زنجیر ہی
تیرا بسمل دفن ہوگا سایۂ شمشیر میں ۔۔۔ تیرے بسمل کا ٹھکانا سایۂ شمشیر ہی
تیری جو تقریر ہے وہ کم نہیں شمشیر سے ۔۔۔ تیرا جو فقرہ ہے وہ چلتی ہوئی شمشیر ہی
اپنی قسمت کا گلہ ہے اُن کا کیا شکوہ کریں ۔۔۔ اپنی قسمت کی خطا ہے اُن کی کیا تقصیر ہی
اب تو لے دے کر یہی دو تین گھر آباد ہیں ۔۔۔ سر میں سودا دل میں حسرت اور جگر میں تیر ہی
میں نے مانا غیر کی صورت سے نفرت ہے تمہیں ۔۔۔ پر تمہارے ہاتھ میں کیا یہ مری تصویر ہی
ہم ادھر بیچین ہیں اور وہ اُدھر مجبور ہیں ۔۔۔ ہم مرے جاتے ہیں اُن کو شرم دامنگیر ہی
دل اسے کھینچتے ہو پھر تم مجھ سے کیوں کھنچنے لگے ۔۔۔ میری آخر کیا خطا ہی میری کیا تقصیر ہی
کوئی سینے سے لگا کر غیر کی تصویر کو ۔۔۔ ہائے مجھ سے پوچھتا ہے کس کی یہ تصویر ہی
ہم سزاوارِ جفا ہیں تم خطاوارِ وفا ۔۔۔ اب بتا دو ہم میں تم میں کون بے تقصیر ہی
منتوں سے بھی کوئی راضی نہیں ہوتا ہنوز ۔۔۔ کیا کوئی میرا خدا ہے کیا کوئی تقدیر ہی
اے مصور تو نے یہ تصویر کیسی کھینچ دی ۔۔۔ دنگ ہیں کو دیکھ کر خود صاحبِ تصویر ہی
الفت لیلیٰ سلامت ہے تو پھر یہ آئے گا ۔۔۔ انتظارِ قیس میں کیوں خانۂ زنجیر ہی
شیخ صاحب حشر میں کیا خاک بخشے جائیں گے ۔۔۔ بخشے جائیں گے وہی جن کی کہ کچھ تقصیر ہی

کونسا جہان وحشت آج مائل چل بسا
آج کیوں ماتم کدا یہ خانۂ زنجیر ہے

معصوم۔ محمد معصوم علی خاں صاحب شکوہ آبادی

کس کی قسمت کھل گئی کس کی کھلی تقدیر ہے
آئی ہے کس کی قضا کس کی کھنچی شمشیر ہے

میری وحشت نے کیا ہے مجھ کو یہ زیور عطا
طوق ہے گردن میں میرے پاؤں میں زنجیر ہے

خود کھا جاتا ہے میرا اُن کی جانب ہائے دل
کر دیا کیا عشق نے کیا عشق کی تاثیر ہے

آنکھ نے دیکھا تھا اُن کو دل پہ آفت آ گئی
کس کی تھی اس میں خطا کس کو ملی تعزیر ہے

آئینہ دیکھا ہے جب سے ہو گئی حسرت اُنھیں
کون ہے مدِ مقابل کس کی یہ تصویر ہے

ہے ابھی اُس شوخ کو کچھ میرے مرجانے میں شک
منہ چھپائے شرم سے اب تک اجل بے پیر ہے

جُرمِ اُلفت پر سزائے قتل گر انصاف ہے
لیجیے حاضر ہے سر کیا قتل میں تاخیر ہے

حشر میں معصوم کو داور نے بخشا بے حساب
اذنِ جنت کا مِلا یہ کہہ کے "بے تقصیر ہے"

مست۔ جناب رسول خاں صاحب

حسرت افزائے جہاں اُس حُسن کی تنویر ہے
آئینہ کا آئینہ تصویر کی تصویر ہے

قیدِ زندانِ تصور میں تری تصویر ہے
کیا ترقی خیز جذبِ عاشقِ دل گیر ہے

کیا نرالا اضطرابِ عاشقِ دلگیر ہے
آنکھ میں آنسو ہیں آنسو میں تری تصویر ہے

یہ کہوں کس منہ سے میری آہ میں تاثیر ہے
ہاں مگر گردش میں اب تک آسمانِ پیر ہے

بے قراری حد سے جب گذری تو پھر آیا قرار
اضطرابی ہی قرارِ عاشقِ دل گیر ہے

یہ امانت ہے کہاں پردہ نشیں اس وقت تک
زخم دامندار میں پوشیدہ تیرا تیر ہے

میری رگ رگ میں سمائی ہے محبت یار کی
میرے ہر ذرہ میں پنہاں یار کی تصویر ہے

اے صبا گورِ غریباں میں ٹھہر کر دیکھنا
ایک ٹوٹا سا مزارِ عاشقِ دلگیر ہے

ہاں سنبھل بیٹھو جگر کو تھام لو ہشیار ہو
پھر کھینچے دیتا ہوں میری آہ میں تاثیر ہے

یا الٰہی میرے نالوں کا اثر کیا ہو گیا
خندہ زن کیوں آج چاکِ دامنِ تاثیر ہے

آؤ بیٹھو بھی کہاں جاتے ہو ایسے وقت میں
نزع کا عالم لبِ دم عاشقِ دلگیر ہے

ضعف کہتا ہے ٹھہر اور شوق کہتا ہے کہ چل
کشمکش میں آج جانِ عاشقِ دلگیر ہے

دیکھیے چشمِ شہادت کا یہ منظر دیکھیے
ہیں نگاہیں اُن کے رُخ پر سر تہِ شمشیر ہے

پردۂ حسرت اٹھا دے بڑھ کے اے جوشِ جنوں
خارِ صحرائے محبت گلشنِ تصویر ہے

آج اُنھیں مدِ نظر ہے کس قیامت کا سنگار
آئینہ ایک ہاتھ میں اک ہاتھ میں شمشیر ہے

وہ پلٹ جانا کسی کا بعدِ مُردن نعش سے
اور یہ کہہ کر کہ یہ عاشق مرا دلگیر ہے

چیر کر سینہ دکھایا مست ہم نے اس کو یوں
دیکھ یہ دل ہے ستمگر اس میں تیرا تیر ہے

معصوم جناب سید معصوم رضا صاحب اٹاوی

بیکسوں کے سوگ میں کیوں نالۂ شبگیر ہے
خانۂ ماتم تو خود ہر حلقۂ زنجیر ہے

کھینچ ہی لیتی ہے ہر ایک دل عجب تاثیر ہے
آپ کی تقریر کیا جادو بھری تقریر ہے

آہ تک منہ سے نہ نکلی ہو گئی اُن کو خبر
دو قدم آگے دعا سے بھی مری تاثیر ہے

دیکھ کر وہ بافت چوٹی کا ہوئی حیرت مجھے
کینچلی ہے سانپ کی یا عرش کی زنجیر ہے

زلف کے جب پیچ کھولے اس بتِ بے پیر نے
گھٹ گئے حلقے تو دونی بڑھ گئی زنجیر ہے

آئینوں میں کیا سما سکتا فروغِ حسنِ یار
باہر اب ہر عکس ٹکڑے سے یار کی تصویر ہے

سجدہ گاہِ عشق ٹھہری ہے کفِ پائے بتاں
کیا خطا سجدہ کی ہے یہ خوبی تقدیر ہے

دیکھ لو تم حوصلہ معصوم کا ہاں دیکھ لو
فکر کیا ہے قتل میں اب کس لیے تاخیر ہے

مضطر کانپوری

چارہ گر کو غم ہے کیوں اگر تغیر ہے
روح کی تسکین کو دل میں کسی کا تیر ہے

خانہ بربادی ہے زنداں ہے کہیں زنجیر ہے
یہ تری تحریر کیا اے کاتبِ تقدیر ہے

مجھ سا دنیا میں بتاؤں کون خوش تقدیر ہے
دل ہے ٹکڑے ٹکڑے ہر ٹکڑے میں کی تصویر ہے

کاٹتا ہے زندگی دیوانہ تیرا اس طرح
گاہ صحرا میں ہے گاہے قیدی زنجیر ہے

اُٹھ گیا دنیا سے کیا رُخ اُن کے گیسو کا اسیر
یا الٰہی کس لیے نالہ کناں زنجیر ہے

دیکھتے ہی حسنِ دلکش نزع میں جان آ گئی
جب بڑھی اُلجھن تو سمجھا یار کی تصویر ہے

لُطف مرنے کا نہ جینے کا سہارا ہے کوئی
مبتلائے غم ہمیشہ عاشق دل گیر ہے

اس نے دل شوخی سے مل ڈالا تو میں نے یہ کہا
یہ وہی دل ہے کہ جس میں آپ کی تصویر ہے

ان کے چہرے سے سرِ محفل جو پردہ اُٹھ گیا
دیکھنے والے پکارے ہاں یہی تصویر ہے

ہجر سے ہے مرگ بہتر زندگانی ہیں سب مجھے
جب نہ آئے تم تو پھر کیوں موت کو تاخیر ہے

آتشِ ہجراں جلا سکتی نہیں مضطر مجھے
باعثِ تسکین دل اس شوخ کی تصویر ہے

مشتاق شیخ مشتاق حسین صاحب اٹاوہ

پڑ گئی جس پر نظر وہ صورتِ تصویر ہے
اللہ اللہ کیا نگاہِ ناز کی تاثیر ہے

چھوڑ دو قسمت پہ میری جاؤ مجھ کو چھوڑ دو
ہو چکی تدبیر بس اب دیکھئے تقدیر ہے

میرے دل میں میری آنکھوں میں ہو تم بیٹھے ہوئے
تم نہیں ہو کون تو پھر کس کی یہ تصویر ہے

پھر وہی ہم ہیں وہی اپنا غمِ بیچارگی
پھر وہی زندان غم ہے پھر وہی زنجیر ہے

چین اس پہلو سے دل کو اور نہ اُس پہلو قرار
کس قیامت کی کھٹک ہے کس بلا کا تیر ہے

ناز کے قابل نہیں ہوتی بناوٹ نازنیں
سادگی تصویر کی زیبائشِ تصویر ہے

سیکھے لوگ کیونکر ادا کرتے ہیں رسمِ دوستی
دفن میرے ساتھ میری حسرتِ دل گیر ہے

ہائے یہ کیا ہو گیا میرے دلِ مشتاق کو
رو رہا ہے اور لب پر نالۂ دل گیر ہے

ظہرؔ سید ظہربان حسین صفوی شکوہ آبادی

بیکسوں کی آہ بھی وہ آہِ پُر تاثیر ہے
آپ تو کیا آبدیدہ آپ کی تصویر ہے

عشق کا کیا جذب ہے کیا عشق کی تاثیر ہے
ذرہ ذرہ نجد کا آئینہ تسخیر ہے

کیا کہوں کیا حیاتِ عاشقِ دل گیر ہے
رنج و غم کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے

عاشقِ ناشاد وہ لذت کشِ تقریر ہے
جو نہ کی تھی کہہ دیا یہ بھی مری تقصیر ہے

برقِ مضطر جس کو تم سمجھے ہوئے شعلہ رخو
وہ ہمارے دل کی ایک بگڑی ہوئی تصویر ہے

حسرتیں سجدوں پہ سجدے کر رہی ہیں دل میں آج
تو ہے یا آغوشِ ارماں میں تری تصویر ہے

ہم نشیں تو مجھ سے تیروں کی خرابا تی نہ پوچھ
دل کے ہر گوشہ میں پنہاں ایک جہان تیر ہے

دل کے ارمانوں سے ہے آباد ارمانِ خیال
اب میانِ آرزو ایک عالمِ تصویر ہے

مل گئے کچھ اس طرح دونوں کہ کھلتا ہی نہیں
تیر ہے نخچیر میں یا تیر میں نخچیر ہے

آپ سن سکتے ہیں اس کو آپ سن سکتے نہیں
کیا کہوں کیا آرزوئے عاشقِ دل گیر ہے

نامرادی پر مری وہ کہتے ہیں ہم کیا کریں
تیرا دل ٹوٹا ہوا پھوٹی ہوئی تقدیر ہے

اب یہاں تک رنگ لائی ہے مری دیوانگی
ٹکڑے ٹکڑے جا بجا پیراہن تصویر ہے

شومیٔ تقدیر تجھ سے تو گلا کچھ ہے نہیں
شکوہ اس کا ہے کہ میری آہ بے تاثیر ہے

بے خودی تو دیکھیے لکھا جو اُن کو خطِ شوق
ایک لفظ آرزو سو سو جگہ تحریر ہے

چل کے اب کعبہ میں دیکھیں تیرے جلوؤں کی بہار
دیر تو تیرے کرم سے عالمِ تصویر ہے

آج تو تیری جبیں ہے اور اُن کا آستاں
اوج پر اے ظہرؔ تیرا اخترِ تقدیر ہے

ملک جناب مولوی ملک محمد خاں صاحب فیروزآبادی سیکنڈ ماسٹر ڈی اے بی اسکول ٹونڈلہ تلمیذ جناب اختر فیروزآبادی

سر بکف ہوں میں تمہارے ہاتھ میں شمشیر ہے
کیجیے اب قتل بسم اللہ کیا تاخیر ہے

ایک ہنگامہ بپا ہے شور دار و گیر ہے
کوئے قاتل سر سے پا تک حشر کی تصویر ہے

وادیٔ وحشت میں مجھ وحشی کی یہ توقیر ہے
خار دامن گیر ہیں کچھ خاک دامن گیر ہے

یار کی بیداد جورِ آسمانِ پیر ہے
لاکھ غم میں ایک جانِ عاشقِ دلگیر ہے

کس کا تھامے ہاتھ وہ جس کا نہ ہے تو دستگیر
کس کا دامن گیر ہو جو تیرا دامن گیر ہے

حشر میں پہچان لونگا دوڑ کے قاتل کو میں
چھپ نہیں سکتا کہ میرا خون دامن گیر ہے

پھر وہی مایوسیاں تھیں پھر وہی ناکامیاں
پھر وہی خط کا جواب آیا وہی تحریر ہے

اس کا گھر جنت میں ہے اور اس پہ دوزخ ہے حرام
جس کو حبِ فاطمہ ہے الفتِ شبیر ہے

ان کو یہ ہے ناز میرے آتشیں رخسار ہیں
مجھ کو ہے یہ فخر میری آہ آتش گیر ہے

میری رسوائی بلا سے ہو مجھے پروا نہیں
لیکن اس میں آپ کے تو حسن کی تشہیر ہے

حشر میں سمجھے نہ تھے کیا حشر ہوگا ظلم کا
اب خدا کے سامنے کیوں شرم دامنگیر ہے

کیا نکالو گے کسی حسرت زدہ کی آرزو
خیر ہے کیوں آج دستِ ناز میں شمشیر ہے

کیوں نہ میں ممنون ہوں تیرِ نگاہِ ناز کا
میرے دل میں تیر ہے میرے جگر میں تیر ہے

ابرو و مژگاں دکھا کر مجھ سے وہ کہنے لگے
یہ ہماری تیغ ہے اور یہ ہمارا تیر ہے

محوِ زینت وہ ہوئے ہیں نقشِ حیرت بن گیا
ہے تماشا سامنے تصویر کی تصویر ہے

اک ملک ہی کیا فدا ہے دونوں عالم ہیں نثار
اے شہِ خوباں ترا وہ حسنِ عالمگیر ہے

محسن جناب محمد محسن صاحب اٹاوی

دیکھ لے ظالم یہ میری آہ کی تاثیر ہے
جس کے باعث آج تک جگہ میں پیچ تیر ہے

اللہ اللہ کیا عروجِ نالۂ شب گیر ہے
پست جس کے سامنے یہ آسمانِ پیر ہے

اب ہر ایک ارمان زیب سایۂ تقدیر ہے
دستِ مایوسی سے ٹکڑے دامنِ تدبیر ہے

اُن کے بزمِ ناز کا عالم نہ ہم سے پوچھیے
کوئی نالاں ہے کوئی مضطر کوئی دلگیر ہے

اس کی جلوہ گاہ ہے ہر ذرۂ خاکی میرا
میرے ہر ذرہ میں پنہاں یار کی تصویر ہے

کیوں نہ جھجکیں قتل وہ کرتے ہوئے عشاق کو
کم سنی کا ہے تقاضا شرم دامنگیر ہے

اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا ستم او بے وفا
میرے ہوتے حلقِ دشمن پر تری شمشیر ہے

دیکھیے جس کو وہ ہے خاموش رعبِ حسن سے
اُن کی بزمِ ناز بھی اک عالمِ تصویر ہے

سبزۂ خط نہیں اس مصحفِ رخسار پر
وہ ہے قرآں اور یہ قرآں کی تفسیر ہے

دل جو تھا پہلے ہی اس کو کر چکا نذرِ ادا
حسرت اب آتی ہے چٹکی میں کسی کے تیر ہے

وہ جو چاہیں تو بدل سکتے ہیں قسمت بھی مری
بخت کی تحریر اُن کے ہاتھ کی تحریر ہے

کشمکش میں پڑ گئی ہے میری جانِ ناتواں
موت کی جلدی ہے لیکن قتل میں تاخیر ہے

وصل اُن کا ہو میسر یا نہ ہو محسن مگر
مجھ پہ ثابت ہو گیا جو کچھ مری تقدیر ہے

مشتاق جناب مشتاق احمد صاحب کلارک مین پوری

جب کہا میں نے مرے جینے کی کیا تدبیر ہے
ہو کے برہم یوں کہا کیوں موت دامنگیر ہے

دل میں میرے آئیے آنکھوں میں میرے آئیے
دیکھیے تو آپ کی کس کس جگہ تصویر ہے

کھب گیا نظروں میں میرے گیسوؤں کا بال بال
دیکھتا ہوں جس طرف زنجیر ہی زنجیر ہے

میں بھی ہوں خنجر بھی ہے گردن بھی ہے مقتل بھی ہے
ذبح کرنے میں مرے اب کس لیے تاخیر ہے

تیر کا اوسکے نشانہ ہی میرا نقشِ جبیں
کیا چمکنے کو مری پھوٹی ہوئی تقدیر ہی

پھنس رہا ہوں میں خیالِ گیسوئے پر پیچ میں
یہ نہ پتھر کی نہ کچھ لوہے کی یہ زنجیر ہی

آپ نے دیکھے نہیں ہیں سخت جانونکی کمال
آج گردن ہے مری اور آپ کی شمشیر ہی

ہو محبت کا برا نکلا ہوں بزمِ غیر سے
چاہنے والوں کی یہ عزت ہی یہ توقیر ہی

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ نامہ ہی دشمن کا لکھا
نامہ بر کہتا ہے اُن کے ہاتھ کی تحریر ہی

آپ کے آنے کی آنکھوں میں ضرورت ہی نہیں
دیدۂ مشتاق خود ہی آپ کی تصویر ہی

اے تری قدرت کہ اب مشتاق ایسے ہو گئے
غیر سے وہ پوچھتے ہیں کس کی یہ تصویر ہی

مرزا جناب مرزا عبید الرحمٰن صاحب بی اے دہلوی

اوج پر بختِ رسا ہی خوبیِ تقدیر ہی
سر جو بارِ دوش تھا آخر تہِ شمشیر ہی

ہستیِ انساں ہی رازِ عشق کی تفسیر ہی
مظہرِ شانِ خدا یہ خاک کی تصویر ہی

یوں تو ہر مضموں بیاضِ دل کا ہی دلکش مگر
حُسن کا مضمون مشرح اور با تصویر ہی

تنگ ہے میدانِ ہستی المدد جوشِ جنوں
زندگی خود پائے آزادی میں اک زنجیر ہی

باعث تکلیفِ راحت ہے فقط اپنا خیال
زندگی ساری اسی کی شوخیِ تحریر ہی

فصلِ گل جب تک ہے قایم ہے یہ رسمِ عاشقی
دشتِ وحشت اس ادا سے پھر گریباں گیر ہی

صنعتِ صانع کا ہی یہ کس قدر بیّن ثبوت
جس کو دیکھو جس طرف دیکھو نئی تصویر ہی

ساتھ پھر تیرا نہ دینگے اے دلِ ایذا طلب
محفلِ جاناں میں گر تیری یہی توقیر ہی

کس طرح گھبرائے مرزا قیدیِ زندانِ عشق
باعثِ تسکینِ خاطر نغمۂ زنجیر ہی

نانک۔ جناب نانک چند صاحب لکھنوی

انقلابِ دہر ہے یا گردشِ تقدیر ہی
اُلفتِ گیسوئے جاناں پاؤں کی زنجیر ہی

کس طرح تڑپوں کہ آتا ہے یہی ہر دم خیال
خانۂ دل میں مرے مہمان تیرا تیر ہے

آئے ہیں دیوانگان عشق یوں روزِ جزا
ہاتھ میں اک خوں شدہ دل پاؤں میں زنجیر ہے

روز و شب اک لحظہ جو گردش تری جاتی نہیں
دیکھ لے گردوں یہ میری آہ کی تاثیر ہے

کان میں جس کے صدا پہونچی وہ دیوانہ ہوا
کیا جنوں انگیز میرا نالۂ زنجیر ہے

میں قدم رکھتے ہوئے ڈرتا ہوں کوئے دوست میں
جب سے برگشتہ دلِ مضطر مری تقدیر ہے

دیکھنے والوں کے زخمی کیوں نہ ہوں قلب و جگر
تجھ سے بڑھ کر اے قدر انداز تیرا تیر ہے

مجھ پہ تھا جرم محبت سارا عالم دیکھ لے
لاش مجھ وحشی کے قاتل قابل تشہیر ہے

آپ کے ہر حلقۂ گیسو میں اک دل ہے اسیر
ہوں وہ وحشی میرا مسکن خانۂ زنجیر ہے

ہوگا ہر جا سخت جانی اور نزاکت کا بیاں
آج ہے میرا گلا اور آپ کی شمشیر ہے

ہو ازل سے شیفتہ خود حسن کا نقاشِ ازل
میرے دل میں اس سراپا حسن کی تصویر ہے

دیکھنے والوں کو ہو جاتا ہے سودا ہے جنوں
میری صورت ہے کہ اک وحشت نما تصویر ہے

چارہ گر کی کوششِ بیجا نے مارا ہے مجھے
یہ اُسی کے ہاتھ سے نکلے گا جس کا تیر ہے

زندگی گذرے مگر نا آنک میں پڑھ سکتا نہیں
خطِ پیشانی سے بڑھ کر یار کی تحریر ہے

نسیم جناب سید شبیر حسن صاحب حسینی الواسطی

خون پیکر جو رہے پیاسا وہ تیرا تیر ہے
جان لے کر جو نہ چھوٹے وہ تری شمشیر ہے

اللہ اللہ سامنے اُس شوخ کی تحریر ہے
آج یہ لکھا یہ قسمت یہ مری تقدیر ہے

یوں تو دل والے ہیں لاکھوں ور لاکھوں دل مگر
دیکھنا یہ ہے کہ کس دل میں تری تصویر ہے

دیکھ لے دستِ تصور پھر کہاں روزِ جزا
تو خیالِ یار کا مدت سے دامن گیر ہے

دل جگر دونوں تڑپ کر رہ گئے اُف ری نگاہ
کس غضب کا تیر ہے یہ کس بلا کا تیر ہے

لیتی ہیں بجلیاں اب اس کے جھک جھک کر قدم
آج مہمانِ دلِ مضطر کسی کا تیر ہے

ڈھونڈتا ہوں دل میں جب اُن کی خدنگِ ناز کو
کچھ پتہ چلتا نہیں ارمان ہے یا تیر ہے

دیکھ کر زنداں کو میرا اور بڑھتا ہے جنوں
ہاں سکون جوشِ وحشت ہے تو اک زنجیر ہے

دیکھ لے اے دیدۂ مشتاق اتنا دیکھ لے
دل تڑپتا تھا جسے کیا یہ وہی تصویر ہے

پھر الجھ بیٹھا خیالِ زلف سے پائے جنوں
پھر وہی زنجیر خانہ ہے وہی زنجیر ہے

آپ جو کچھ بھی کہیں وہ سب بجا بیشک بجا
واقعی میری خموشی بھی بڑی تقصیر ہے

ناخنِ وحشت نے پابندِ سلاسل کر دیا
تار تار اپنے گریباں کا ہمیں زنجیر ہے

دل جلا کر خاک کر ڈالا نگاہِ ناز نے
قلبِ سوزاں کی ہمارے طور اک تصویر ہے

واہ واہ کیا تیر ہے دل کو مرے دل کر دیا
اہلِ دل میں آج اس دل کی بڑی توقیر ہے

جب کہا میں نے نسیمِ زار کہتے ہیں مجھے
ہنس کے فرمایا نہیں شبیر ہے شبیر ہے

نوشہ جناب حکیم نوشہ صاحب شکوہ آبادی

دیکھتے ہو، یہ کمالِ عشق کی تاثیر ہے
سامنے ہو اور آنکھوں میں وہی تصویر ہے

اب قیامت آئی اب نظمِ جہاں تقصیر ہے
ہاتھ میں آہِ رسا کے عرش کی زنجیر ہے

یار کی تصویر کا بھی حسن عالم گیر ہے
وہ سراپا حسن ہے یہ حسن کی تصویر ہے

طور کے ذرّوں نے جل کر بھید موسیٰ کو دیا
نور پردے میں ہے خالی نور کی تنویر ہے

بند آنکھیں ہو گئیں بیمار کی تم دیکھ لو
اب تو پردہ ہو گیا اب کس لیے تاخیر ہے

دل جگر کو پھونکتی نکلی چلا یا چرخ تک
سانس ٹھنڈی ہے مگر کیا گرمیٔ تاثیر ہے

نتیں کیں عمر بھر مجھ تشنۂ تقریر نے
محویت میں یہ نہیں دیکھا کہ یہ تصویر ہے

ایک دنیا صرف شیون تھی انھیں رحم آگیا
یہ نہیں معلوم کس کی آہ کی تاثیر ہے

ہر شجر دنیا میں متنِ معرفت کی شرح ہے
جس ورق کو دیکھیے تفسیر ہی تفسیر ہے

کیوں چھپا رکھی ہے پہلو میں پرستش کے لیے
عشق کی حد میں ہر انساں بندۂ تصویر ہے

ٹھوکریں اغیار کی کھاتے ہیں تیری بزم میں
ہائے - اربابِ وفا - اور ان کی یہ توقیر ہے

عشق میں کیسی مصیبت ہے تصورِ یار کا
اس نظر سے جس کو دیکھو یار کی تصویر ہے

آپ کیوں بجلی کی بیتابی کے قائل ہو گئے
اضطرابِ قلب کی کھینچی ہوئی تصویر ہے

وہ نہ رخ کرتا کبھی گورِ غریباں کی طرف
وہ تو یوں کہئے لہو بیکس کا دامنگیر ہے

حُسن وہ جوہر ہے جس کا عکس ممکن ہی نہیں
آپ کی کیا بات ہے تصویر بھی تصویر ہے

کشمکش ہے قید آزادیِ وحشت الدد
ایک پاؤں میں نہیں اک پاؤں کی زنجیر ہے

آپ نوشہ کو نہ دیکھیں - اپنی رحمت دیکھیے
آپ بخشش ہی کریں، گو لایقِ تعزیر ہے

ناز بابو مادھو سرن صاحب بین پوری

تیر پیچیدہ ہے یا سیدھی تری تحریر ہے
اس کا قائل ہوں کہ تجھ کو تیری شمشیر ہے

تو کہ ظالم پُر جفا اور دریہ تعزیر ہے
دل کہ ناکردہ گنہ اور پھر بھی پُر تقصیر ہے

دل رُبا دل دار دل آزار دلکش دل ستاں
کج ادا اتنا مگر کہنے کو سیدھا تیر ہے

جاں بلب بیمار غم ہے محو آرائش ہیں وہ
جتنی عجلت ہے ادھر اتنی اُدھر تاخیر ہے

کیوں نہ پھنس جائے تمہاری کاکل پیچاں میں دل
دام دو دو لگ رہے ہیں اور اک زنجیر ہے

یا الٰہی خیر اب صبر و شکیبائی کی خیر
آج مقتل میں مری گردن تہِ شمشیر ہے

کیا کہے کیونکر کہے کس سے کہے کیسے کہے
نا سمجھ قاتل ہے پُر ارمان دل نخچیر ہے

شمع محفل میں چمن میں گل فلک پر مہر و ماہ
دیکھنے والا تو ہو ہر جا تری تنویر ہے

سو گیا ہے درد سن کر داستانِ دردِ دل
میں نے یہ سمجھا کہ محوِ لذتِ تقریر ہے

میں ہوں ہاں ہاں پُر خطا گر عشق کرنا ہے خطا
میں ہوں پُر تقصیر ہاں ہاں گر یہی تقصیر ہے

ناز دل روشن کرو سب کچھ نظر آ جائیگا
ذرہ ذرہ میں جمالِ یار کی تصویر ہے

نشاد سید مسعود احمد صاحب صفوی ہیڈ مولوی سناتن دھرم ہائی سکول

اٹاوہ

جس طرف دیکھو اُسی کا رشتۂ پُر تنویر ہی
عالم ایجاد کیا ہے عالم تصویر ہی

خاک کے ذروں میں عکس مہر پُر تنویر ہی
صورتِ مخلوق میں خلاق کی تصویر ہی

سخت اُلجھن میں ہمارا ناخنِ تدبیر ہی
گتھیاں کھلتی نہیں کیا عقدۂ تقدیر ہی

نور کہتے ہیں اسے اور نام اس کا تیر ہی
طائر سدرہ بھی جس کا صید ہی نخچیر ہی

تیرے قربان جذبِ اُلفت تو ہی اُن کو کھینچ لا
گریہ نالہ بے اثر ہے آہ بے تاثیر ہی

اللہ اللہ خود مصور بن گیا تصویر عشق
شکل دلکش نقش حب ہے یا کوئی تسخیر ہی

ذرہ ذرہ محو حیرت ہو کے آئینہ بنا
اور وہی آئینہ پھر سرکار کی تصویر ہی

عرصۂ کونین ہے یا صیدگاہِ حسن ہے
جو جگر رکھتا ہے تیر ناز کا نخچیر ہی

ہے مری شوریدگی اعلان بزم حسنِ یار
شہرتِ لیلیٰ کا باعث قیس کی تشہیر ہی

کر رہا ہے روضۂ سرکارِ والا کا طواف
ایک مدت سے اسی چکّر میں چرخِ پیر ہی

سرعتِ سیرِ رسول اللہ کا بیّن ثبوت
گرمئی بستر ہی اور ہلتی ہوئی زنجیر ہی

اللہ رکھے بے خبر محبوبیتِ حسنِ ازل
پھر بھی اُن کو عاصیوں کی یاد دامنگیر ہی

رحمتِ حق بڑھ کے لیتی ہی اُسے آغوش میں
دیکھتی ہے جس کو یہ شرمندۂ تقصیر ہی

آگئی جس کو نظر وہ پیاری صورت خواب میں
اُس کو دیدارِ خدا ہوگا یہی تقدیر ہی

حور کی آنکھوں کی پُتلی جس کو کہتے ہیں ملک
نقطۂ خال رُخِ دلدار کی تفسیر ہی

بن کے ابروئے آپ کی تقدیر اُس کی کھل گئی
ورنہ یہ شمشیر کچھ شمشیر میں شمشیر ہی

سر پہ میرے خاکِ صحرائے مدینہ لے نشاد
میری شوکت ہی مری عزت مری توقیر ہی

نوشاہ جناب عبدالقدیر صاحب مارہروی

دل میں جو حسرت ہے وہ گویا قضا کا تیر ہے — کیا یہی اے کاوشِ مژگاں تری تفسیر ہے

ذکر تک اُس سنگ در کا داخلِ تقصیر ہے — اللہ اللہ اب مری ایسی بری تقدیر ہے

پھر کہاں ہم اور کہاں یہ لطفِ امیدِ سحر — اور کوئی دم اگر یہ نالۂ شب گیر ہے

ہم غلط فہمی سے اپنی دل سمجھتے تھے اُسے — یہ تو غم کی ایک جلتی جاگتی تصویر ہے

حیرت افزا ہیں نگاہِ ناز تیرے شعبدے — کج ہوئی تو تیغ ہے سیدھی ہوئی تو تیر ہے

دل سے ہٹ کر ہاتھ اب ہوتے ہیں مصروفِ دعا — یہ دعا وہ ہے کہ جس کی منتظر تاثیر ہے

اے مرے نازوں کے پالے دل تجھے کیا ہو گیا — اس قدر خاموش کیوں تو صورتِ تصویر ہے

غم سے فرصت ہو تو کوئی کام میں لائے تجھے — اے مری تدبیر تیری بھی میری تقدیر ہے

وہ بھی دن ہو گا کبھی آزاد ہو گا جب گلا — اب تو اے قاتل گلے پر قبضۂ شمشیر ہے

دم دیئے دیتی ہے اس پر جان اربابِ وفا — کس قدر پُر ذائقہ آبِ دمِ شمشیر ہے

جب کہا درت ہی تو یہ وابستگی بھی کیوں رہے — جھاڑ دامن کو کہ میری خاک دامنگیر ہے

دے نہ دشمن کو بھی یارب ایسی آزادی کی قید — ناتوانی بھی ہمارے پاؤں کی زنجیر ہے

آنکھ کھلتے ہی نظر آنے لگے آثارِ مرگ — کیا ہمارے خوابِ ہستی کی یہی تعبیر ہے

دل سے نکلے گا نہ اے نوشاہ اپنے دل لیے — یہ کسی سفاک کی ترچھی نظر کا تیر ہے

نذیرؔ جناب نذیر احمد صاحب صدیقی مین پوری

وہ مری قسمت میں ہوں کیا یہ مری تقدیر ہے — کیا مری تقدیر کی ساتھی کوئی تدبیر ہے

جو چلے چٹکی سے دل تک آئے یہ ترا تیر ہے — اور جب دل میں اُتر آئے تری تصویر ہے

جو مٹے زلفوں پہ اُن کی قابلِ زنجیر ہے — دل لگانے کا نتیجہ عشق میں تعزیر ہے

مجھ کو ہے اللہ اکبر کس قدر شوقِ فنا / سر وہاں زخم ہیں قاتل مری تکبیر ہے
آپ کیا جانیں بھلا اپنی نگاہِ ناز کو / جو کلیجوں میں رہا کرتا ہے یہ وہ تیر ہے
تھے کبھی جو مہرباں اب ہو گئے نامہرباں / وہ بھی قسمت تھی میری یہ بھی مری تقدیر ہے
کھل گئی میری محبت ہائے اُن پر کھل گئی / گھر کا بھیدی ہے تو میری آہ کی تاثیر ہے
دیکھنا یہ ہے کہ اُن کی کس پہ پڑتی ہے نظر / سامنے اُن کے مری اور غیر کی تصویر ہے
اُن پہ دل آیا تو اب دل بھی انھیں کا ہو گیا / کیا مقدر ہے مرا میری بھی کیا تقدیر ہے
سیکڑوں بسمل ہوئے سفاک کی اس آن پر / ہاتھ میں شمشیر ہے فتراک میں نخچیر ہے
سن کے اک الجھن میں پچ جاتا ہے قلبِ ناتواں / تذکرہ بھی غیر کا میرے لیے زنجیر ہے
قُم باذنی کہہ کے اک ٹھوکر سے زندہ کر دیا / آج یہ میرے جلانے کی نئی تدبیر ہے
سوتے سوتے چونک اُٹھے وہ کلیجہ تھام کر / با اثر فتنہ ہمارا نالۂ شبگیر ہے
غیر کا دل مجھ کو پیارا ہے بس اتنے کے لیے / جو مرے دل میں ہے اس میں بھی وہی تصویر ہے
دل جلا کر خاک کر ڈالا کسی کے عشق نے / کشتۂ ناز و ادا کو بھی تو یہ اکسیر ہے
ہے اگر آباد تو مجھ سے ہی صحرائے جنوں / اک مرے دم سے سلامت خانۂ زنجیر ہے
ان پہ میں مرتا ہوں وہ مرتے ہیں دشمن پر فدا / وہ مرا لکھا ہے اور یہ غیر کی تقدیر ہے

ناز محمد احمد طالب علم مشن ہائی اسکول مین پوری

اب رگِ گردن میں کیوں اٹکا دمِ نخچیر ہے / اے اجل آ اب یہ آخر کس لیے تاخیر ہے
اتنا تو معلوم ہے اک تیر ہے دل میں مگر / کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ کس کا تیر ہے
اُس پہ حیرانی نمایاں اِس پہ نازش حسن کی / وہ مری صورت کا نقشہ یہ تری تصویر ہے
آپ اظہارِ تمنا پر ہوئے ناراض کیوں / دل لگانا بھی کوئی تقصیر میں تقصیر ہے
خط تو بھیجا ہے مگر دل کے لگانے کے لیے / یہ قیامت ہے کہ دستِ غیر کی تحریر ہے

ہجر میں چشم تصور کے تصدق کیوں نہ ہوں — سامنے قاتل کھڑا ہے ہاتھ میں شمشیر ہے

ہاتھ میں خنجر کو لے کر ناز سے کہنے لگے — دیکھ لے جرم محبت کی یہی تعزیر ہے

نقی جناب محمد نقی جید صاحب ساکن قصبہ ہٹور ضلع بجنور

اے پری رو تیرے دیوانہ کی وہ توقیر ہے — جس کی پابوسی کو یہ ہر حلقۂ زنجیر ہے

وہ خیالِ سرو قدی بت لیے پھرتا ہے — جس کی الفت میں مجھے ہٹور بھی کشمیر ہے

سامنے اُن کے ہیں شاداں خوش وہ میرے سامنے — غم سے حالت غیر کے آگے مری تغیر ہے

ہیں وہ پہلو میں مرے اور سر پہ ہے ان کا مقام — آسماں پر تخت ہے اور عرش پر تقدیر ہے

زلفِ پیچاں کا مگر وقتِ رقم پڑتا ہے عکس — نامۂ محبوب کی پیچیدہ ہر تحریر ہے

بلبل اس غم سے ہے نالاں اُس سے پروانہ ہے خستہ — پھول کا گلچیں ہے دشمن شمع کا گلگیر ہے

میری باتوں سے کٹے جاتے ہیں کیوں تم بے نصیب — کوئی خنجر ہے زباں بھی یا کوئی شمشیر ہے

عشقِ مژگاں کی خلش کے لوٹتے ہیں ہم مزے — دل میں پیکاں ہے ہمارے اور جگر میں تیر ہے

نورِ عارض دیکھ کر اُن کا مجھے حیرت ہوئی — مہر کی ہے روشنی یا ماہ کی تنویر ہے

آنکھ مجھ بیمار کی یارب نہ محشر تک کھلے — میری بالیں پر کوئی شرمندۂ تاخیر ہے

لیں بلائیں زلف کی مجھ کو لگی وہ مارنے — یہ عجب تقصیر ہے جس کی عجب تعزیر ہے

حضرتِ ناصح ملیں مجھ کو تو پوچھوں آپ سے میں — بزمِ جاناں میں پہونچنے کی کوئی تدبیر ہے

بیٹھ کر گھر میں کیا کرتو نشانہ شوق سے — دل ہمارا تیرِ مژگاں کا ترے نخچیر ہے

عقل ہے زیر و زبر اک نوجواں کے عشق میں — زیرِ پا روئے زمیں ہے سر پہ چرخِ پیر ہے

آگ دشمن کی لگی وہ بام پر آئی نظر — یہ ہماری آہِ آتش بار کی تاثیر ہے

اے نقی ہرگز نہیں ہے ہر کس و ناکس کا کام — شعر کا کہنا بھی گویا ایک ٹیڑھی کھیر ہے

نیر جناب بابو ہری کشن صاحب مینپوری

لکھتے ہیں وہ میرے دشمن کو کہ بے تقصیر ہی
اچھا یہ طرز رقم ہے اچھی یہ تحریر ہی

اہل محشر دیکھنا یہ چال اس کی دیکھنا
اپنے دامن گیر کا وہ خود ہی دامنگیر ہی

جیسے ہم بیچین ہیں ایسے ہی وہ بیچین ہیں
اضطراب دل بتا ایسی کوئی تدبیر ہی

باندھے زلف پریشاں دست وحشت کو مرے
بس یہی اس کی سزا اس کی یہی تعزیر ہی

بات بھی کرتے ہیں وہ مجھ سے تو منہ کو پھیر کر
اور یہ کیا ہے یہ میری گردش تقدیر ہی

بس یہی ہے شغل اپنا بس یہی ہے مشغلہ
دل میں تیری یاد آنکھوں میں تری تصویر ہی

وہ نگاہ ناز تیری وہ ادا سے دلربا
تیر ہے اڑتا ہوا چلتی ہوئی شمشیر ہی

نصیر جناب مولوی نصیر خاں صاحب ساکن بھنڈر ریاست گوالیار مقیم فیروز آباد ضلع آگرہ

جذبۂ کامل یہ حسن عشق کی تاثیر ہی
میں تری تصویر ہوں اور تو مری تصویر ہی

آہ لب پر ہے مرے اور آہ میں تاثیر ہی
اے فلک ہوشیار آغوش کماں میں تیر ہی

اب سنبھل کر بیٹھ جاؤ اب کلیجہ تھام لو
میری آہیں ہیں یہ میرا نالۂ شبگیر ہی

دل سے نکلے کس طرح مجھ سخت جاں کی آرزو
نازنیں قاتل ہو تم نازک تمھارا تیر ہی

ایک ہی جھاں سے دونوں گھر کی رونق ہو گئی
تیر کا پیکاں جگر میں اور دل میں تیر ہی

تیرے نقشے کے تصور تیری صورت کے نثار
تو سراپا نازنیں اک حسن کی تصویر ہی

دل سے مٹ سکتا نہیں اے دلربا نقشہ ترا
تو ہے اک تصویر - دل آئینہ تصویر ہی

خاک دان عالم ہستی کی کچھ ہستی نہیں
نقشۂ حیرت ہی جو اس خاک پہ تصویر ہی

اپنے ہی دشمن ہیں اپنے کیجیے کس سے گلہ — میرا ہی دست جنوں میرا ہی دامنگیر ہے

پاؤں کے نیچے تھی کل تک اللہ اللہ رے عروج — آج وہ دوش صبا پر خاک دامنگیر ہے

اک لہو نے سے تری زنداں کی رونق اٹھ گئی — لے جنوں سنسان اب تو خانۂ زنجیر ہے

حشر میں کس طرح جاؤں پیش داور الٰہی — مجھ خطاوار خطا کو شرم دامنگیر ہے

نکیلے جناب منشی محمد یوسف صاحب

قرض لینے کی عجب عبرت نما تصویر ہے — کوئی دامن گیر ہے کوئی گریباں گیر ہے

دیکھی تیری بناوٹ ہیں اگر تصویر ہے — تو انوکھا میرا سانچے کا ڈھلا کفگیر ہے

ہو گئی نامحرموں میں آج ننگی ہو گئی — کس قدر بیلے سرے کی بیجیا شمشیر ہے

دو ورق ہیں میری ہستی کے زمین و آسماں — ایک جینے ایک مرنے کی مری تفسیر ہے

آگے پیچھے دہنے بائیں نیچے اوپر الغرض — تیرے دیوانے کی دنیا عالم زنجیر ہے

سرو قامت کہہ نہیں سکتے کبھی ایسے کو ہم — آدمی کاہے کو ہے شہتیر کا شہتیر ہے

صاف ایسی ہی لگی لپٹی نہیں رکھتی کبھی — دھن کی پوری بات کی اپنی دہنی شمشیر ہے

کیا کوئی مضراب کا پر ہے تمھارے تیر میں — کیا کوئی پرواز میں عنقا تمھارا تیر ہے

وہ نہیں ہے تیر جو آتا رہے جاتا رہے — ڈوب کر رہ جائے دل میں جو وہی تو تیر ہے

ہے خدا کی دین دے چاہے جسے طبع رسا — کیا زمین شعر میرے باپ کی جاگیر ہے

جوت کس کی تھی مرے دشمن کی تھی آپ ہی مرا — تھی جو موروثی عدو کی آج میری سیر ہے

ایسی ویسی کھائی ہو گی کھیر تو تم نے بہت — میرے گھر کے دودھ کی یہ کھیر ٹھیٹ ہی کھیر ہے

یاد ہے اب تک انھیں ناگفتہ بہ میری خطا — سامنے آئیں تو کیسے شرم دامنگیر ہے

اسپ و سلطان و وزیر و فیل و رخ سب تھے کبھی — اب تو اس دوران میں بازی مری ڈھیر ہے

کیا نکیلے کی خطا ہے کچھ بتاؤ تو سہی — میں بھی جاؤں تو وہ آخر کیا مری تقصیر ہے

نازک جناب ماسٹر عباد اللہ صاحب شکوہ آبادی

دوسروں کا غم جو قسمت میں مری تحریر ہے
وہ مقدر غیر کا اپنی یہی تقدیر ہے

یوسفِ ثانی ترے کس حسن کی تصویر ہے
جس پہ قربان و فدا ہر اک جوان و پیر ہے

ان کی آنکھوں میں سراسر سحر کی تاثیر ہے
جس طرف ڈالے نظر دل اور جگر تسخیر ہے

گیسوئے پیچاں کے عشاقوں کی یہ جاگیر ہے
طوق ہے اُن کے گلے میں پاؤں میں زنجیر ہے

شربتِ دیدار سو تدبیروں کی تدبیر ہے
حق میں مریضِ ہجر کے یہ نسخۂ اکسیر ہے

ہے کوئی سوفار جس سے زخمی ہوں دل اور جگر
اس قدر کامل تو اُن کی ہی نظر کا تیر ہے

دیکھتے ہی نامہ بر کو حال سب کھل جائے گا
یہ انوکھی شکل بھی کیسی کھلی تحریر ہے

روز و شب تیرا گذر ہے تو ہی بتلا اے صبا
کوئے جاناں تک پہونچنے کی کوئی تدبیر ہے

کیوں رقیبِ روسیاہ سے آج اُن سے چل گئی
میرے نالوں کا اثر ہے آہ کی تاثیر ہے

روح کو تن سے نکلنے میں توقف ہو گیا
میری بالیں پر کوئی شرمندۂ تاخیر ہے

ڈھونڈھنے نکلی ہے لیلیٰ قیس بن میں ہے کہیں
دیکھئے تقدیرِ مجنوں کو بھی کیا تدبیر ہے

یہ نگاہِ ناز ہے ناوک کہیں خنجر کہیں
جو ابھی پھر جائے تو چلتی ہوئی شمشیر ہے

کل وہ قسمت کا دھنی تھا آج مجھ کو فخر ہے
جو عدو کا تھا مقدر وہ مری تقدیر ہے

محوِ نظارہ ہیں میری طرح سے دونوں ملک
قبر میں یہ پوچھنا کیا کس کی یہ تصویر ہے

ناز ہے اپنی امیری پر کسی کو زر پہ
فخر نازک کے لیے تو شاعری جاگیر ہے

وفا جناب وفا صاحب

ہائے حالِ زار اُس کا جس کی یہ تصویر ہے
بے زبانی گفتگو ہے خاموشی تقریر ہے

اے زلیخا دیکھ میرے پاس اک تصویر ہے
یہ نہ کہہ دینا کہ میرے خواب کی تعبیر ہے

کوہکن آگے جو تیرے موج جوئے شیر ہے
ہوشیار اے بیخبر یہ خندۂ تقدیر ہے

نرگس میگوں ہیں اُن کے سرمہ کی تحریر ہے
یا الٰہی خیر دست مست میں شمشیر ہے

کاہش حسرت ہی پیمانۂ عشرت ہے اور
یہ بھی آنسو کوہکن کے اور جوئے شیر ہے

یہ تغافل تابکے کب تک یہ بدمستی خواب
کچھ خبر ہے سونے والے یہ مری تقدیر ہے

مرحبا اے ذوقِ الفت مرحبا صد مرحبا
جو دعا ہے میرے اب مجکو وہی تاثیر ہے

کچھ نہ پوچھو حال مجھ صید زبون و زار کا
زینت فتراک ہی جو اور وہ نخچیر ہے

کیا خلش تھی اُن کی دزدیدہ نگاہی دیکھنا
لو ہمارے زخم دل کا چور اُن کا تیر ہے

ظالموں ڈرنا کہ چپ کی داد دیتا ہے خدا
شمع کا ہے نام روشن اور سیہ گلگیر ہے

جیب سے اک کھوئے ہوئے دل کو پایا ہے مجھے
رنگ پہلے اور تھا اب آئینہ تصویر ہے

خار وخس کو دیکھنا ہرگز نہ ذلت سے یہاں
ذرہ کی تنویر غافل مہر کی تنویر ہے

سکتے جو پہلے ہیں وہ ہی اب بھی زمین و آسماں
بے سرایت اشک ہیں فریاد بے تاثیر ہے

بوالہوس سے آدمی کو لائے مٹی کھینچ کر
کس قدر کوچہ کی تیرے خاک دامنگیر ہے

تیرے صدقہ پھیریوں ہی کتنا آسی انداز سے
نا سزا ہے یہ وفا یہ واجب التعزیر ہے

وحید جناب عبدالوحید صاحب جلیسری

نیم جان و نیم بسمل عاشقِ دلگیر ہے
تیری ہر بانکی ادا قاتل تری شمشیر ہے

گیسوؤں پر جب سے شیدا عاشقِ دلگیر ہے
ہتھکڑی ہاتھوں میں دونوں پاؤں میں زنجیر ہے

تیغِ ابرو پہ فدا ہوں میں یہی تقصیر ہے
قتل کر دیجے تامل کس لئے تاخیر ہے

کیمیا ہی خاک ہو مجھ کشتۂ رفتار کو
کوچۂ جاناں کی مجھ کو خاک ہی اکسیر ہے

تو مرے دل میں رہا میں تیری محفل میں رہا
یہ تری جاگیر ہے اور وہ مری جاگیر ہے

مجمع جانباز ہے اور تیغ ہاتھ سے لگے
عید کا دن ہے کہ قتلِ عاشقِ دلگیر ہے

برچھیوں سے چھیدتا ہے گودتا ہے تیر سے
کیا دل عاشق کی او ظالم یہی توقیر ہے

مجھ سے پوچھے کوئی اس صحرا نوردی کے مزے
وادیٔ وحشت کا ہر اک خار دامنگیر ہے

مدتوں سے سر میں ہے سودائے زلفِ عنبریں
مدتوں سے دل مرا وابستۂ زنجیر ہے

کیوں نہ دیکھوں میں تصور میں تری تصویر کو
جب تصور بڑھ گیا حد سے تری تصویر ہے

واہ کیا انداز ہے دلکش تمہارے تیر کا
تیری سینہ میں دل میں آرزوئے تیر ہے

ہے اثر دونوں طرف تیرِ نگاہِ ناز کا
میں اِدھر نخچیر ہوں اور وہ اُدھر نخچیر ہے

چھانتے ہو خاک کیوں دیر و حرم کی اے جلیل
دل کے آئینہ میں دیکھو یار کی تصویر ہے

ہلالؔ جناب منشی طفیل احمد صاحب عثمانی مقیم کرہل

دشتِ وحشت کا مجھے پھر شوق دامنگیر ہے
پھر وہی زنداں ہے یا رب پھر وہی زنجیر ہے

غیر کے ہاتھوں میں میرے نام کی تحریر ہے
سامنے افسوس دشمن کے مری تقدیر ہے

دشت تھا مجنوں کا میرا خانۂ زنجیر ہے
قیس کی جاگیر وہ تھی یہ مری جاگیر ہے

آپ کی صورت بہر صورت ہے صورت آپ کی
لاکھ پردوں میں رہو تو آپ کی تصویر ہے

آپ کے دل میں ہے دشمن آپ میرے دل میں ہیں
میرے دل میں دیکھئے تصویر ہی تصویر ہے

دیکھ لی اپنی نظر میری فغاں بھی دیکھ لو
وہ تمہارا تیر تھا اور یہ ہمارا تیر ہے

لے گیا دامن میں جو بھر بھر کے زخمِ دل کے پھول
وہ تمہارا تیر تھا ہاں ہاں تمہارا تیر ہے

حشر میں کچھ اُن کے سر پر خونِ ناحق ہی نہیں
میری خاکِ قبر بھی کمبخت دامنگیر ہے

دیکھ لے آکر دمِ آخر ستمگر دیکھ لے
دیکھ ارمانوں کی یہ مٹتی ہوئی تصویر ہے

مر کھلے بیٹھے ہیں آخر وہ تلاشِ غیر میں
واہ کیا خوابِ پریشاں واہ کیا تعبیر ہے

بے محابا تو پہنچتا ہے حریمِ ناز تک
کچھ تجھے پاسِ ادب اے نالۂ شبگیر ہے

چل رہی ہے کس کی شمشیرِ ہلالی اے ہلال
کس لئے مقتل میں ہر سو نعرۂ تکبیر ہے

یوسف جناب محمد یوسف صاحب سکندر راؤ ضلع علی گڑھ

کنجِ تنہائی ہے میں ہوں نالۂ شبگیر ہے
بیکسی میں اک انیسِ غم تری تصویر ہے

کس طرف جاؤں خیالِ زلف دامنگیر ہے
ہر قدم پر میرے پاؤں کے لئے زنجیر ہے

کر لیا ہے جس نے دل میں گھر وہ تیرا تیر ہے
لے لیا دل جس نے وہ ظالم تری تصویر ہے

وصل کی شب بھی نہ نکلی وہ مرے دل سے کبھی
آرزو کے پاؤں میں کیا پڑ گئی زنجیر ہے

آپ مانیں یا نہ مانیں خیر ہم جھوٹے سہی
لیجئے پہچانئے یہ آپ کی تحریر ہے

التجا یہ ہے کہ اے اتنا تو ظالم دیکھ لے
کون فرقت میں تری بیتاب ہے دلگیر ہے

رہ نہ جائے شوخیٔ ارمان دل لے بے وفا
خوب ٹھکرا لے یہ خاکِ تربتِ دلگیر ہے

جل رہا ہے آشیاں میرا قفس کے سامنے
خواب جو دیکھا تھا کل اس کی یہی تعبیر ہے

جذبۂ دل اشکِ غم کی ندیاں بہنے لگیں
بعد مدت امتحانِ نالۂ دلگیر ہے

کیوں کلیجہ تھام کر آئے ہو گھبرائے ہوئے
پھر کہو گے نالۂ شبگیر بے تاثیر ہے

رنگ لائے اور پھر لائے یہ محشر میں ضرور
دیکھ اے قاتل یہ خونِ عاشقِ دلگیر ہے

جب تمنا ہی نہیں دل میں بجز ارمانِ مرگ
پھر قضا آنے میں یارب کس لئے تاخیر ہے

مشتعل ہیں حسرتیں اس میں دلِ مرحوم کی
دیکھئے کیا ہو یہ خاکِ عاشقِ دلگیر ہے

میں اٹھاؤں ناز ان کے وہ اٹھائیں غیر کے
غیر کی قسمت ہے اک اور اک کی تقدیر ہے

ہجر کی شب دل کے بہلانے کا یہ سامان ہے
یاد ہے دل میں تری پیشِ نظر تصویر ہے

آئینہ کو دیکھنے والے سنبھل کر دیکھنا
یہ ترے وحشی کے دل کی ہو بہو تصویر ہے

اے زلیخا بے گناہی حضرتِ یوسف کی دیکھ
بن گئے آخر عزیزِ مصر یہ تقدیر ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلیغ محمد ثناء الحسن صاحب مین پوری

چناں رندم کہ ایں بدمستی صہبا بسر دارم — نہ از دنیا خبر دارم نہ از عقبیٰ خبر دارم

ہزاراں حرف نا فرجام براین ہمت عالی — کہ من مرغوبۂ خود را بہ آغوش دگر دارم

چہ پروائے مرا از منت شمشیر ابرویش — نہ دل دارم نہ جاں دارم نہ تن دارم نہ سر دارم

نمی زیبد مرا ایں عجز ہمت اے دل ناداں — قمر دارد اگر ایں چرخ من رشک قمر دارم

چو دستم شد حمائل گفت آں نازک مزاج من — بترس از من کہ یک خونخوار خنجر در کمر دارم

خوشا روزے کہ آں پر خوبہ آید در کنار ما — بسا خربوز و تربوز دارم نیشکر دارم

بلیغ بالغ و بلغو بلاغت صرف کن ایں جا — کہ ہر اہل بلغ گوید کہ من بہ سوئیت نظر دارم

ثابت جناب منشی عبد المجید صاحب کھیڑوی ضلع مین پوری

تمنائے حبیبے باسمئے گلگوں مگر دارم — گرہ — مدہ پندم کہ من در سینہ سودائے دگر دارم

سراغے نہ رسد در بتکدہ آں یار رعنا را — بہر جائے بہر سوئے بہر سنگے نظر دارم

نہ از دل دوستی دارم نہ از دلبر شناسائی — نہ با سوزے گرفتارم نہ بر سازے خبر دارم

بگو ثابت کدام اول افتاد گردد — نہ نقش پائے از ہر یک بشرطے پختہ تر دارم

حافظ قاضی خلیل الدین حسن صاحب وکیل پیلی بھیت

خوشا روزے کہ بندم رخت و دل ازہند بردارم
باآہنگ عرب برخیزم و درد و در سفر دارم

ہزاراں آبلہ در سینہ از سوز جگر دارم
کہ در ہر آبلہ از خار غم صد نیشتر دارم

عجب نبود اگر مژگاں بجوں تاب تر دارم
کہ من صد دجلہ خوں در دل و اندر جگر دارم

تو گوئی کز چراغاں روشن از دل تا جگر دارم
کہ داغے در جگر دارم بدل داغ جگر دارم

چہ گویم باہمہ دوری چہا اندر نظر دارم
ہماں مسجد ہماں منبر ہماں دیوار و در دارم

ز دست درد اف وست دعائے کو کہ بردارم
کہ دست بر جگر دارم دگر دستے بسر دارم

سمند ناز را دہ رخصتے تا پائے بگذارد
کہ سنگے بر سرے گور ہے و در سنگے شرر دارم

چہ باشد گر کسے کو ناظر و منظور ہر دانست
کند گاہے نظر در من کہ من او بانظر دارم

بچشم کم مبیں - ہر چند باشم قطرۂ آبے
من آں بحرم کہ صد موج و حباب کف بسر دارم

مرا در دیست اندر دل کہ بیدرداں نمی دانند
کشم آہے کہ بیدردان عالم را بدر دآرم

فغاں از دردمہجوری نہ دارم تاب پروازے
نہ سامان سفر دار نہ زادے در کمر دارم

نیارم پوست برکندن کہ تنہا یم جہانے را
کہ رگہا دارم و در ہر رگے صد نیشتر دارم

خوشم از وعدۂ فردابت اما عہدہ بربست ایں
کہ جان من نخواہد کرد از تن تا بفر دارم

ہمیشنم کوثر بینو - ہمیشم جنتی مشکو
کہ مینائے بکف دارم خم صہبا بسر دارم

بخاک افتادہ ام از ناتوانیہا سرت گردم
بدہ دستے دستم گیر و سر از خاک بردارم

بہ پیش حق از ینہا ارمغانی می برم حافظ
کہ دود نالہ و سوز دل و داغ جگر دارم

حسن جناب منشی سید محمد محسن صاحب شمس آبادی

چو شوق دید ناز ناوک افگن را بسر دارم
بدل نوک سناں و در جگر تیغ نظر دارم

چو من شوق لقائے یار در قلب و جگر دارم — ریاض خلد را خواہم نہ من بیم سقر دارم
منم آگاہ از جور فلک اے بلبل شیدا — ہمیدانی کہ در فریاد خود من اثر دارم
طلب کردی مرا ہم بردہ صبر و قرارم را — نمی دانی پئے پرواز من بازد نہ پر دارم
نظر انداز کردم میوہ ہائے باغ رضواں را — کہ تیر تار جاناں را بہ نخل دل ثمر دارم
دل دردآشنا دارم کہ در شوق وصال تو — نہ در طول شب ہجراں تمنائے سحر دارم
نہادم دل بہ پیشت اے مسیحائے من مجنوں — دوا ہم دہ کہ سودائے محبت را بسر دارم
زخون دل مئے رنگیں برآوردم برائے گل — کباب مرغ ہم از پئے آں سیمبر دارم
کنم شیرازہ بندی کتاب ملت عشقی — احادیثے کہ از الفت بہ اجزائے جگر دارم
در یکتائی بحر اشتنش دارم بدرج دل — کہ صیدان نہاں اندر شک چشم تر دارم
بخون دل کنم سیراب باغ حب جاناں را — کہ در نخل محبت شاخہائے بار ور دارم
بہ بزم از دور می بینم بہ پہلو یت رقیباں را — چو شمع نور افروزم کہ بر رویت نظر دارم
نبازم من بنام آنکہ روشن کرد چشم دل — حسن نام محمدؐ دا نماں بالائے سر دارم
برائے بخشش اعمال زشتم اے حسن در دل — ولائے احمدؐ مختار شاہ بحر و بر دارم

ذبیح محمد اسمٰعیل صاحب فرخ آبادی

من آں شوق لقائے خالق جن و بشر دارم — کہ از دوزخ خطر دارم نہ بر جنت نظر دارم
زیک داغیکہ من در سینہ زاں رشک قمر دارم — بصد خورشید اگر گردد نثارم سر نہ بر دارم
ہمیں است از ازل روحم ہمیں است از ازل تو ہم — خلشہا زاں سر مژگاں کہ در قلب و جگر دارم
متاع حسن را قدرے کہ می دانم نمی دانی — تو از نقلی و من از مرکز اصلی خبر دارم
ز دشت و کوہ قیس و کوہکن کارم چہ بر آید — کہ من اندر سر شوریدہ سودائے دگر دارم
خدارا دامن جانم گذارے الفت دنیا — تو چوں من خلقتے داری و من قصد سفر دارم

نہ دارم با ضیا کارے نہ با پیغامیاں رائے — کہ از شوق لقائے یار در دل بال و پر دارم

ترا حور جناں زاہد - مرا خاک در جاناں — تو سودائے دگر داری من آہنگ دگر دارم

مرا کارے چہ با امریکہ و یورپ کہ من در دل — چینے نازنینے غیرت شمس و قمر دارم

تو و صد تیر باران حوادث اے فلک برمن — من و امکاں کہ سر از آستان یار بر دارم

بہ پیش شعلۂ آہم چہ آتش خانۂ گبراں — نہاں صد دوزخ سوزاں بہر فخر شرر دارم

مبیں اے نوجواں از چشم تحقیرم کہ در پیری — تن چوں رستم دستاں و دل چوں شیر نر دارم

مترساں نام حق از تیرگی گور اے واعظ — نہاں در سینہ پر داغ صد شمس و قمر دارم

درست از برگ و بار آنکہ سازے سر و برگاں — مبارک باد یار سبز ظل آں نخل ثمر دارم

مکن با من دریغ اے بحر ذخار از کف آبے — کہ من ہم چوں تو صد سیحوں نہاں در چشم تر دارم

نہ از بسماندگاں امید ایصال ثواب اے دل — نہ از حسن عمل با خویشتن زاد سفر دارم

ذبیح این زخمہای خوں چکاں راضی ہمی آخر — مشبک تا بکے چوں آسماں قلب و جگر دارم

راضی جناب منشی محمد راضی صاحب بیری مارہروی

من از خود بیخبر ہستم تو پنداری خبر دارم — بریں حالیکہ می دارم ہزاراں نوحہ گر دارم

چہ پرسی از شب و روزم کہ شب در نالہ می گذرد — چو روز آید مرا تا شام سوئے در نظر دارم

باین دیوانگی کز حضرت عشقم ودیعت شد — حکایت ہا بہ بزم دوستان با خبر دارم

مرا از گریہ شب ہا زہے دولت میسر شد — سرشک بے بہا ہمچوں در در چشم تر دارم

نہ دانم تا بکے مقصد بر آید دلے ناکامی — کشاد کار را از قسمت بر بست فتنہ گر دارم

نہ من آنم کہ از تیر جفایت رو بگردانم — تو بر من تیر ہا انداز من سینہ سپر دارم

نہادم سر بہ سنگ آستانت سر فروشی را — گذارم ہر دو عالم را ولے سر را بہ در دارم

بہشت و روضۂ رضوانست کوئے دوست عاشق را — مرا دوزخ بود جز آں اگر کوئے دگر دارم

بہ فیض رندی و مستی جدا ہستم ز خود بینی
ازیں جامہ کہ مے پوشی توای واعظ خندہ دارم

مرا پیر مغاں بستود از رند خراباتے
شراب شوق می نوشم لب پیمانہ تر دارم

شمیم جناب سید نواب حسن صاحب

خیالش می شناسم من نگاہش در نظر دارم
جگر او در نظر دارد نظر من بر جگر دارم

ز عصیاں منفعل گشتم برحم تو نظر دارم
کہ از اشک ندامت چشم تر داماں تر دارم

عیاں در صورت خوباں جمال یار می بینم
کہ از نظارۂ جاناں تماشائے دگر دارم

نہ سوزم من دل خود را مگر در ہجر تو سوزم
ندارم در جگر چیزے مگر درد جگر دارم

چہ دارم از غم عشقت چہ دارم از غم زلفت
بدل سوز و گداز دل بہ سر سودائے سر دارم

طریقہ عاشقاں باشد جگر سوزی و جاں سوزی
مگر در ہجر تو از جوش گریہ چشم تر دارم

چرا او از من نہ پرداز و شکایت نیست ای ہمدم
کہ آہ نارسا دارم فغانِ بے اثر دارم

چناں محو تماشایش شدم ایں ہم نہ دانستم
تمنا چیست اندر دل چہ سودائے بہ سر دارم

گہے سودائے زلفش گہہ خیال روئے تابانش
چہ لطف زندگی دارم چہ خوش شام و سحر دارم

ہوائے کجروی در کوئے او پابوس می سازد
ندارم ہیچ پیغامے مگر اے نامہ بر دارم

فدائے ناوک سفاک کردم سینۂ خود را
جگر صد پارہ دل صد چاک دارم من اگر دارم

من مجنون و بیخود را چرا ہشیار می دانی
کہ مستم از مے عشقت جنونِ تو بہ سر دارم

بہ چشمے صورت پاکش بہ سینہ پرتو حسنش
قمر در چشم می بینم بہ دل نور قمر دارم

شدہ شاداب تخم سینہ باز از تیر مژگانش
شمیم اکنوں بہار تازہ در قلب و جگر دارم

صادق جناب بابو بہاری چرن صاحب ایل ایل بی وکیل

بروئے عقل ناخن ہم کہ من ہوش دگر دارم
نہ دل از من خبر دارد نہ من از دل خبر دارم

ہلال عید قرباں دیدم و بیتاب گردیدم
خیال ابرویت دارم کہ ناخن بر جگر دارم

نہادی تحفۂ ناوک برائے ناز برداراں
کرم اے فیض سفاکی کہ من ہم ناز بردارم

بشوید دست رحمت زاب رحمت ذی عصیاں را
کہ از اشک خجالت سر بسر داماں تر دارم

بگویم چار حرف آرزو پیشت اگر گوئی
ندارم دفتر طومار عرض مختصر دارم

کرم اے ناوک جاناں کہ داغ دل بہ این آمد
مدوائے خنجر قاتل کہ زخمے در جگر دارم

ہوائے گلشن جنت چہ کار آمد مرا صادق
کہ من از حسن بی‌پایانش تمنائے دگر دارم

صابر جناب چودھری عبد الصبور صاحب

تو دانی بے خبر ہستم ولیکن من خبر دارم
ماں کار او دانم کہ دردے در جگر دارم

خدایا مے پرستی می کنم سوئیت نظر دارم
خوشا قسمت دل من بین و چشم حق نگر دارم

منور شد دو عالم از ضیائے روئے تابانش
بآغوش تصور این چنیں رشک قمر دارم

مرا ہر کس کہ می بیند گریباں چاک می سازد
زہے قسمت ہزاراں دردمند نوحہ گر دارم

من دیوانہ یکساں لطف ہجر و وصل می دانم
بروائے آرزوئے وصل ارمان دگر دارم

گہے زیں رہ گذر سازی کہ حال زار من بینی
بامید نگاہ شوق فرش رہ گذر دارم

زفیض عشق ایں دولت میسر شد مرا صابر
در نایاب و لعل بے بہا در چشم تر دارم

صدیق جناب منشی سید صدیق علی صاحب رئیس گلاوٹھی ضلع بلند شہر

چہ غم دارم کہ من در سینہ ہر شے با اثر دارم
عجائب درد دل دارم عجب درد جگر دارم

چناں آراستم خود را کہ او جش سر بسر دارم
نہ او شان دگر دارد نہ من شان دگر دارم

دلم از وعدۂ اغیار خون اشک می ریزد
منم با تو ہنوز امید فردائے دگر دارم

پیامم می برد پیکِ صبا تا منزل جاناں
ہوائے کوئے او دارم ہوائے نامہ بر دارم

تلاش فکر انسانی سراغم می چنین یابد
که من در عالم هستی خیال آں کمر دارم

چه گویم هستی خود را که از الطاف بے ہوشی
فنائے بے خبر دارم بقائے با خبر دارم

ز سوز سینه ام ہر شب گریباں چاک می آید
بجوش گریه می نازم که دامانِ سحر دارم

گلے دارم بہ سینه در فراق چوں تو گل روئے
بیادِ قدر عنایت نظر از سرو بر دارم

طواف درگہ سلطاں کند شوق جبیں سائی
بگو صدّیق از خسرو که من کفش بردارم

عاصی جناب بابو رام سہائے صاحب وکیل مین پوری

تعشق آں حیا پرور نہاں در دِ جگر دارم
پئے اخفائے درد دل بلب مہر دگر دارم

نه مجنونم نه سودائی نه طبع منتشر دارم
مده پندم که اے ناصح بسر سودا دگر دارم

بفرقت هم نه از چشمے تر من می چکد اشکے
طپاں چوں مرغ بسمل ام مگر ضبط اثر دارم

نثارش درد دل کردم تهی دستم تهی دستم
مثلث بہر نذر او فقط جان و جگر دارم

شنیدم بانگ خلخالش بر نجی نو بنو ہر دم
نه دز پہلو دلے دارم نه در سینه جگر دارم

من آں مجنوں شیه لیلیٰ ہے گردیده کاکل او
که روز شبہائے زنجیر خجل ماه و مہر دارم

تمنائے معافی عاصی زدگر برتقلیم پر معاصی ام
که پیش بحر بخشش او گنه چوں خس بسر دارم

قمر جناب قمر صاحب

ز خوش بختی جو بر خاک کف پائے تو سر دارم
ستم باشد اگر سر را ز خاک پاک بر دارم

ہماں کون و مکاں سر شد کنوں از اضطرابیها
ز ہر پائے وحشت زائے خود جائے دگر دارم

خدا را یکدمے بالا کن از روئے نکو پرده
که قسمت دیدنی باشد همین ذوق نظر دارم

فغاں از بخت ناسازم که در ہنگام نظّاره
نگه را رشک می آید چو او را در نظر دارم

نمی دانم چرا حرف تمنا بر نمی آید
مگر اے جوش وحشت مدعا ہائے دگر دارم

سبزد تا هم چو تخم کشتے سازد تمنّا ها
که عالم را غریق از سیلهائے چشم تر دارم

هزاراں طالع بیدار را قربان تو سازم
بخواب اندر اگر یک شب به بزم تو گذر دارم

جهانِ آرزو تاریک گشته در شبِ هجراں
هنوز اندر دل خود جلوهٔ نور سحر دارم

شبِ تاریک هجراں شد پس از مدت بحمدالله
کنوں در دست وحشت را گریبانِ سحر دارم

درآور سینهٔ محزوں ببیں طرفه تماشائے
که من در گلشن دل صد بهار پر اثر دارم

بوئے آنکه خورشید قیامت جلوه فرماید
دو چشم آرزو پیوسته سوئے باختر دارم

بوقتِ جاں سپردن حاجتے کے باشد از یاراں
که بر بالین غربت بےکسی را نوحه گر دارم

تلاطم هائے صد بحر تمنا دیدنی باشد
دو عالم را غریق سیلهائے چشم تر دارم

منم مشغول روئے تو و تو مشغول با غیراں
نظر سوئے دگر دارے و من بر تو نظر دارم

چه غم باشد اگر دل را ز پهلویم همی گیرند
فقط تصویر یار خویش بر دیوار و در دارم

مست جناب منشی رسول خاں صاحب متعلم درجهٔ دهم
گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج اٹاوه

به وقت نزع هم بر روئے نیکویت نظر دارم
جهان آرزو دورست من نزدیک تر دارم

پس از مردن نمی خواهم که قُم گوید نگار من
که من از لعل خاموشش تمنائے دگر دارم

جمال پاک می گویند موسی را روا کردی
مرا هم جلوهٔ بنما که من ذوق نظر دارم

دلم را مبتلا کردی سرم را پر جنوں کردی
چساں گویم که دل دارم چساں گویم که سر دارم

به دست یاس و ناکامی و هم رخت تمنا ها
برائے قطع منزل هائے غم پائے دگر دارم

میان زاهد و من امتیاز رفع شک باشد
که او تردامنی دارد و من دامان تر دارم

معافی هائے جور و ظلم تا اکنوں نه فهمیدم
که من پیوسته بر الطاف جانانه نظر دارم

حجاب روئے تو صد فتنۂ محشر بپا کردہ
تو بگذار تا آں پردہ از روئے تو بردارم

زبان آرزو ہر لحظہ می گوید حدیثِ تو
ہمہ شب در جدائی ہائے تو ذکر سحر دارم

رسیدہ شوق مشتاقاں روئے تو بہ پایانے
بیا تا برقعہ زیبائے تو یک بار بر دارم

کنوں آں شوخ بے ہمتا کشیدہ روئے خوب از من
نگاہ بیکسی اے مست بر دیوار و در دارم

نتیجۂ طبع جناب مولوی نصر اللہ خاں صاحب رئیس ضلع مین پوری

جمالِ فضلِ رحمانی و لا پیش نظر دارم
نہ پروائے جہاں دارم نہ پروائے سقر دارم

جبینِ فضلِ رحماں از ازل پیش نظر دارم
نمی دانم کہ در دل شمس دارم یا قمر دارم

ز جام حب او مستم نہ نقش سلسلہ دارم
چناں در عشق او سوزم نہ پروائے سقر دارم

نہ من در فرط عصیاں خطرۂ دار السقر دارم
بمحشر یارے فخر رسولاں را سپر دارم

ز عصیاں لحظہ لحظہ طوق زنجیر دگر دارم
گرفتارم گرفتارم بہ رحم حق نظر دارم

بہر صورت کہ می بینم جمال یار می بینم
نمی دارم مگر در قلب انوار دگر دارم

بہر جائے کہ می بینم جمالِ پاک می بینم
بحمد اللہ کہ ہر سو جلوۂ خیر البشر دارم

بہر رنگے کہ یار آید جمالے در بہار آید
شناسم ہر ادائے او بچشم دل نظر دارم

تصدق فضل رحمانم بہ لطفِ شاہ مردانم
بہ طیبہ حاضری کردم کہ رہبر با اثر دارم

دل من گر ترا باید بہ دامان تو آویزد
ز دیدہ اشک ہا ریزد عجب درد جگر دارم

ز ہجرت یا رسول اللہ چناں شد حال زشتِ من
کہ از ہجرانِ وقت عجائب درد سر دارم

بہ حب اہل بیت سید عالم شدم مجنوں
بکیف عشق بد مستم کجا پروائے سر دارم

بیا اے فضل رحماں ہادی راہ سلوک من
دریں جادہ بشو رہبر کہ راہ پر خطر دارم

بیا اے ابرِ رحمت مرہم زخم نہانی شو
ہوائے شوق پابوسی بدل دارم بسر دارم

دلِ بے نور را پُر نور کن اے نور یزدانی
کہ از ہجر مصیبت خیز تو درد جگر دارم

نثار جناب مولوی سید مسعود احمد صاحب ہیڈ مولوی سناتن دھرم ہائی اسکول اٹاوہ تلمیذ جناب بیدم وارثی

ز سر دادن برنگِ سرمد سردار سر دارم
ز حق گفتن بشکل حضرتِ منصور پر دارم

ز نعلین محمد مصطفیٰ من تاجِ سر دارم
بفر و شوکت شاہانہ طرفہ کفش بر دارم

بفیض سیدِ عالم چنان طول بصر دارم
بدیدن تا بکین لامکاں حدِ نظر دارم

ز بلبل نکہت گل در مشام جاں ہمی آید
ز مجنوں صورت زیبائے لیلیٰ در نظر دارم

برائے دفع ظلمت ہائے راہ منزلت حیرت
پر از نور معارف مشعلِ داغ جگر دارم

بدیدار حیا پرور چناں محو تماشایم
کہ در ہر برقع صد شاں تجلی در نظر دارم

گہے زلف نگار و گاہ روئے یار می بینم
بفیض حسن دلداری عجب شام و سحر دارم

چناں در کیف مستی مورد الطاف بیرنگم
کہ در ہر رنگ عالم جلوہ ہا پیش نظر دارم

سر عرش علیٰ اولیں پروازِ من باشد
بحمد اللہ ز عنقائے حقیقت بال و پر دارم

اگر از جنبش دامان حسرت مشتعل گردد
بسوزاند جہاں را اینچنیں در دل شرر دارم

اثر را تیر آہ دلگدار من ہدف سازد
خدنگ نازش شاہ شہیداں در جگر دارم

در یکتائے مضمون فکر من ہر لحظہ می باشد
بہ لطف ایزدی طبع رسا سحر گہر دارم

عجب حسن بیاں دارم طفیل افصح العالم
بشیرینی کلام خویشتن تنگ شکر دارم

تعشق رشک لیلیٰ جوش وحشت تا کجا برد
کہ از فرط جنوں در دشت ہو دار السفر دارم

بخاک پاک طیبہ گر رساند خوبی قسمت
خس و خاشاک را از چنگل مژگان بر دارم

زہی طالع نثار نور چشمان علی ہستم ۔ زخاک پاک صحرائے نجف کحل البصر دارم

نوشہ جناب حکیم نوشہ صاحب شکوہ آبادی

زنیرنگی طبع خود نمائے تو خبر دارم ۔ زہر شکلے کہ جلوہ ساز باشی من نظر دارم
محبت سازگار آمد عجب ساز اثر دارم ۔ غنیمت نعمتے دارم کہ من درد جگر دارم
شدہ منصور چوں منصور از راہ فنا کیشی ۔ سر دار این عجب گنجینہ کہ سر دارم و سر دارم
خیال قامت زیبائے آں شوخ است چوں حاصل ۔ دل پر آرزو مژدہ کہ نخل پر ثمر دارم
نگاہ التفات یار بردارد نہ بردارد ۔ نبرد قابض جاں رخت ہستی را نہ بردارم
بہ بینی تو وفائے من شود گر التفات تو ۔ کہ در دنیا وفا کیشم وفائے پر اثر دارم
بلاہا زیر پایت صد کرشمہ ساز رفتارت ۔ چہ باک از فتنۂ محشر کہ چوں تو فتنہ گر دارم
عطا کن لطف نظارہ ۔ بہ بینم جلوۂ وحدت ۔ تو انداز نظر داری من انداز نظر دارم
بہ ہستی من شوم داغے اگر ماند و توفا کنوں ۔ گریباں گر بماند تنگ باشد جامہ بر دارم
توئی صد مصدر احساں منم صد مخزن ارماں ۔ تمنائے بر آری ۔ من تمنائے دگر دارم
شدم نوشہ بفضلش از شر دو جہان من ۔ مرا از شہ چہ اندیشہ کہ من خیر البشر دارم

تمت